18

یا اللہ یا رسول اللہ
کتاب نمبر: ______
ذخیرہ کتب
میثم عباس قادری رضوی

مسئلہ حق نبی "عند القبر" پر تحقیقی کتاب

سنو، چپ رہو

از

علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری
نبیرہ امام اہلسنت فاضل بریلوی

مرتبہ
ابو اسحٰق محمد عبد الرشید نوری
(ایم اے)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اکیڈمی
شعبۂ تحقیق بزم رضا پاکستان

نام کتاب ______ سنو چپ رہو
از افادات ______ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی
مرتب ______ مولانا محمد عبد الرشید نوری
صفحات ______ ۱۴۴
کتابت ______ افتخار انجم
مصحح ______ حافظ محمد حماد رضا خاں نوری
طباعت بار اوّل ______ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ / ستمبر ۱۹۹۰ء
تعداد ______ گیارہ سو
ناشر ______ برکاتی پبلشرز کراچی
بہ تعاون ______ اعلیحضرت امام احمد رضا اکیڈمی حیدرآباد
قیمت ______

ملنے کے پتے

۱- تقسیم کار:- مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، شاہراہ مفتی محمد خلیل خاں دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد
۲- ضیاء الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر کراچی
۳- مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی
۴- مکتبہ نوریہ رضویہ فریئر مارکیٹ سکھر
۵- مکتبہ قادریہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
۶- مکتبہ نوریہ رضویہ، گنج بخش روڈ لاہور
۷- دفتر

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اکیڈمی - حیدرآباد

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۶			
۲	تعارف بزم رضا	۷	۱۵	حضرت علامہ اختر رضا خاں کا دوسرا تحقیقی جواب	۵۱
	مصنف کے حالات	۱۰			
۳	پیش لفظ (مولانا عبد الرشید نوری)	۱۲	۱۶	صاحبزادے کی علمی بددیانتی	۵۱
۴	تلاوت کے دوران حق نبی کہنا؟	۲۳	۱۷	پوری عبارت	۵۲
۵	مفتی اختر رضا خاں کی تقریر	۲۳	۱۸	اپنی طرف سے مسئلہ گھڑ لینا	۵۶
۶	صاحبزادے کا خط	۲۹	۱۹	تصدیق، مفتی محمد یامین رضوی	۵۸
۷	مفتی اختر رضا خاں کا جواب	۳۱	۲۰	صاحبزادے کے جواب میں سترہ خرابیاں	۶۰
۸	تصدیق، مفتی محمد یامین رضوی	۳۲			
۹	صاحبزادے کا دوسرا خط	۳۲	۲۱	حضرت مفتی اختر رضا خاں کا آخری تحقیقی فتویٰ و جواب	۶۲
۱۰	حضرت کا مختصر جواب	۳۴			
۱۱	صاحبزادے کا تیسرا خط	۳۵	۲۲	سننے کیلئے تیار ہونا سننا ہے	۶۶
۱۲	صاحبزادے کو مولانا سید محمد عظمت علی شاہ کا محققانہ جواب	۳۸	۲۳	سننے کیلئے تیار ہونا اور سکوت	۷۲
			۲۴	صاحبزادے کی چار احادیث	۷۵
۱۳	صاحبزادے کا جواب الجواب	۴۶	۲۵	حدیث کا غلط ترجمہ	۷۷
۱۴	مولانا عظمت علی شاہ کا دوسرا جواب	۴۹	۲۶	علامہ کے دلائل کی دس حدیثیں	۷۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۷	علامہ سیوطی کی تفسیر سے	۸۰	۱	مفتی محمد نظام الدین صاحب مبارکپور	۱۰۵
۲۸	فیصلہ ہوگیا	۸۵	۲	محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ "	۱۰۹
۲۹	دل میں کہنا جائز	۸۵	۳	مفتی محمد شریف الحق امجدی "	۱۱۰
۳۰	مخصوص وقت میں تلاوت	۸۹	۴	مفتی محمد معراج القادری "	۱۱۰
	درود سے افضل		۵	مفتی زاہد سلامی "	۱۱۰
۳۱	دعویٰ محبت باطل	۹۱	۶	علامہ بہاؤ المصطفیٰ۔ بریلی شریف	۱۱۱
۳۲	صاحبزادے کی دلیل صاحبزادے	۹۲	۷	علامہ تحسین رضا خاں "	۱۱۲
	کے خلاف		۸	فتویٰ از مفتی محمد احمد جہانگیر خاں "	۱۱۳
۳۳	دعویٰ کیا؟ دلیل کیا؟	۹۴	۹	تصدیق: مولانا سید شاہد علی رضوی رامپور	۱۱۴
۳۴	حلبی و طحطاوی کی رائے	۹۹	۱۰	مولانا محمد ادریس۔ مبارکپور	۱۱۴
۳۵	علامہ شامی کی بحث	۹۹	۱۱	فتویٰ: مفتی محمد مجیب اشرف۔ ناگپور	۱۱۵
۳۶	جہری قرأت میں حق نبی کہنا	۱۰۰	۱۲	تصدیق: مفتی غلام محمد خاں۔ "	۱۱۵
۳۷	اعلیٰحضرت کا فتویٰ	۱۰۱	۱۳	مفتی محمد یامین رضوی۔ بنارس	۱۱۶
۳۸	صاحبزادے کی علمیت	۱۰۲	۱۴	مفتی محمد ایوب نعیمی۔ مراد آباد	۱۱۶
۳۹	صاحبزادے پر جواب ادھار	۱۰۳	۱۵	علامہ محمد ہاشم رضوی "	۱۱۷
۴۰	علامہ کاظمی وغیرہ کا قول	۱۰۳	۱۶	مفتی عبد الرحیم بستوی۔ بریلی شریف	۱۱۷
			۱۷	مولانا محمد صالح نوری۔ "	۱۱۸
	تصدیقات علمائے ہند		۱۸	مولانا محمد توصیف رضا خاں "	۱۱۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	تصدیقات علمائے پاکستان			ان علماء کی تصدیقات جنہوں نے سابقہ تصدیق سے رجوع فرمایا	
۱۹	علامہ مفتی احمد میاں برکاتی	۱۲۰			
	اور مفتی محمد خلیل خاں رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ		۳۵	مفتی غلام مصطفیٰ رضوی۔ ملتان	۱۳۶
۲۰	مولانا سید محمد علی رضوی حیدرآباد	۱۲۵	۳۶	علامہ عبد الرشید رضوی۔ جھنگ	۱۳۷
۲۱	مفتی محمد رضاء المصطفیٰ۔ گوجرانوالہ	۱۲۶	۳۷	مفتی غلام سرور قادری۔ لاہور	۱۳۸
۲۲	مفتی عبد الرحیم سکندری۔ سانگھڑ	۱۳۱	۳۸	مفتی مختار احمد۔ فیصل آباد	۱۳۹
۲۳	علامہ عبد الوہاب خاں قادری۔ لاڑکانہ	۱۳۱		اظہار رائے	
۲۴	مفتی محمد عبد الحفیظ قادری۔ حیدرآباد	۱۳۲	۳۹	علامہ محمد اشرف سیالوی۔ سرگودھا	۱۴۰
۲۵	مفتی عبد القیوم خاں۔ لاہور	۱۳۳	۴۰	مولانا عبد الحکیم شرف قادری۔ لاہور	۱۴۰
۲۶	مفتی عبد القیوم ہزاروی۔ لاہور	۱۳۳	۴۱	مولانا ابوداؤد محمد صادق۔ گوجرانوالہ	۱۴۱
۲۷	مفتی محمد نور عالم۔ فیصل آباد	۱۳۴	۴۲	مفتی فیض احمد اویسی۔ بہاولپور	۱۴۱
۲۸	مولانا محمد افضل "	۱۳۴	۴۳	مفتی غلام محمد قاسمی قادری۔ کوئٹہ	۱۴۲
۲۹	مولانا ریاض احمد سعیدی "	۱۳۵		وہ علماء جنہوں نے سکوت فرمایا	۱۴۲
۳۰	مولانا سید ظفر اللہ شاہ "	۱۳۵		وہ علماء جنہوں نے استفتا کا	۱۴۲
۳۱	علامہ حسن علی قادری۔ میلسی	۱۳۵		جواب نہ دیا	
۳۲	مولانا محمد وارث قادری۔ خضدار	۱۳۶	۴۴	قدیم فتویٰ از اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ	۱۴۳
۳۳	مولانا سعید احمد قادری۔ حیدرآباد	۱۳۶	۴۵	قطعات۔ حماد رضا خاں	۱۴۴
۳۴	مفتی محمد امین۔ فیصل آباد	۱۳۶		حسان رضا خاں	۱۴۴

انتساب!

محبوب العارفین، سراج الکاملین، رونق بزم برکاتیت احسن العلماء حضرت مولانا حافظ قاری السید الشاہ مصطفےٰ حیدر المعروف مفتی سید حسن میاں شاہ صاحب قادری برکاتی نوری، اولاد رسولی مدظلہم العالی ودامت برکاتہم وفیوضہم، زیب سجادۂ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے نام!

جو اپنے آباء و اجداد کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، آج بھی حق و صواب کو پہچاننے کی کسوٹی ہیں۔

جن کے الفاظ پر آج بھی لاکھوں دل دھڑکتے ہیں اور احقاق حق کیلئے لاکھوں نگاہیں ان ہی کی طرف اٹھتی ہیں!

محمد عبدالرشید احمد نوری
یکے از سگانِ مارہرہ و بریلی
۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۱ ھ
۱۴ اگست ۱۹۹۰ء

بزم رضا پاکستان حیدرآباد کا تعارف

بزم رضا آج سے تقریباً پینتیس ۳۵ برس پہلے (۱۹۵۵ء میں) حیدرآباد کے مشہور بزرگ و عالم حضرت علامہ مفتی سید ریاض الحسن جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمائی اور وہی اس کے پہلے صدر ہوئے۔ اس کا افتتاح نامور بزرگ، عاشق رسول محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد سردار احمد لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے فرمایا اور مفتیٔ اعظم سندھ خلیل العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور ولی کامل، اعلحضرت رضی اللہ عنہ کے مرید خاص حضرت مولانا اشتیاق علی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اس کی سرپرستی فرماتے رہے اور اپنی خصوصی دعاؤں اور عنایتوں سے نوازتے رہے اور اب اسے مفتیٔ اعظم سندھ کے جانشین و سجادہ، شہزادۂ اکبر حضرت علامہ ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ العالی اور مشہور قادری بزرگ حضرت علامہ سید محمد علی رضوی مدظلہ العالی کی سرپرستی حاصل ہے۔ علماء اہلسنت اور بزرگوں کی سرپرستی یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو بہت کم تنظیموں کو حاصل ہے ان بزرگوں میں شاعرِ اہلسنت حسّان پاکستان حضرت اختر الحامدی رحمۃ اللہ علیہ، اور قاضی سید محمد بشارت علی صاحب قادری رضوی اور حضرت علامہ سعید احمد قادری رضوی بھی شامل ہیں۔ موجودہ عہدیداران یہ ہیں

صدر:۔ قاضی سید محمد بشارت علی قادری
نائب صدر:۔ سید مقصود علی قادری
ناظم اعلیٰ:۔ محمد عبدالرشید احمد نوری

ناظم نشر واشاعت :۔ حافظ محمد جمیل قادری

خازن :۔ شبیر رضا نورانی

نائب ناظم اول :۔ سید مقبول احمد نوری

نائب ناظم دوم :۔ ڈاکٹر صلاح الدین

نائب ناظم نشر واشاعت :۔ محمد جاوید رضوی

اس کے علاوہ مفتی نور محمد قادری، مولانا قاری محمد شریف نوری، مولانا قاری عبد المجید نوری صاحبزادہ سید ضیاء الحسن جیلانی بھی اسی بزم کے ساتھ منسلک ہیں۔ یہ سب حضرات خلوص ومحبت کا پیکر ہیں اور مسلک کی انتہائی لگن اور محنت سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔

گذشتہ سال جانشین شہزادۂ اعلیحضرت مفتئ اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلی شریف کی آمد کے موقع پر بزم کے شعبۂ تصنیف وتالیف "اعلیحضرت امام احمد رضا اکیڈمی ولائبریری" کا وجود عمل میں آیا۔ ایک سال کے مختصر ترین عرصہ میں اس شعبہ نے مختلف محاذوں پر اشتہارات، پمفلٹ اور اسٹیکرز کے ذریعہ غیر مقلدوں، نجدیوں، وہابیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے عقائد ونظریات کی بھرپور حفاظت کی اور ان کے ایوانوں میں تہلکہ مچادیا جس کے کافی اچھے اثرات رونما ہوئے اور اب بھی کئی اسٹیکرز اور کتابیں زیر طبع ہیں جو عنقریب شائع ہوں گی۔

انتہائی قابل افسوس بات یہ ہے کہ مسلک اہلسنت پر چاروں طرف سے بدمذہبوں خصوصاً غیر مقلدوں کی یلغار ہے یہ لوگ لاکھوں روپیہ مسلمانوں کے عقائد ونظریات کو تباہ کرنے میں برباد کر رہے ہیں مگر اہلسنت کی تنظیمیں

لاکھوں روپیہ پاس ہونے کے باوجود خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں انہیں اللہ کے یہاں اس کا جواب دینا ہوگا انہیں چاہئے کہ میدان عمل میں آئیں اور بدمذہبوں کا مقابلہ کریں بعض تنظیمیں کام کرتی دکھائی بھی دیتی ہیں مگر مسلک کے لئے نہیں بلکہ غیر ضروری امور پر لاکھوں روپیہ برباد کرتی ہیں۔

اس صورتحال کے پیش نظر بزم نے انتہائی نامساعد حالات میں یہ کام شروع کیا ہمارا ایمان ہے کہ ہم بے سروسامان ضرور ہیں مگر بے وسیلہ نہیں ہیں خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ بار شکر ہے کہ اس نے بے سروسامانی کے عالم میں ایسے اسباب مہیا فرمائے کہ ہم خود حیران ہیں وہ مدد ضرور فرماتا ہے شرط خلوص ہے میں تمام اہلسنت سے گذارش کروں گا کہ وہ اس جہاد میں ہر ممکن حصہ لیں اور اپنی نئی نسل کو بدمذہب ہونے سے بچائیں۔ فقط

محمد عبد الرشید احمد نوری

۱۶ ذی قعدہ سنہ ۱۴۱۰ھ

۱۰ جون ۱۹۹۰ء

شائع کردہ: اعلیحضرت امام احمد رضا اکیڈمی ولائبریری شعبۂ تحقیق بزم رضا پاکستان

مرکزی دفتر رحمانیہ مسجد مقابل عثمان آباد گیٹ حیدر آباد

حضرت مصنف علامہ کے حالاتِ زندگی

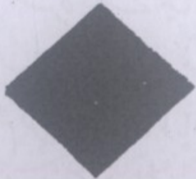
از: مولانا شوکت حسن خاں۔ کراچی

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، رہبر شریعت، پیر طریقت، واقف معرفت وحقیقت، فقیہہ العصر شیخ الاسلام حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی مدظلہ العالی نجیب الطرفین یعنی والد اور والدہ دونوں جانب سے امام اہلسنت، مجدد دین وملت، اعلیحضرت الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے پوتے اور مفتیٔ اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ کے نواسے ہیں۔ آپ نے مفسر اعظم ہند اور مفتیٔ اعظم ہند کے زیر سایہ بریلی شریف میں ہی علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی آپ کو بچپن سے ہی عربی پر عبور حاصل تھا۔ یہاں تک کہ دار العلوم منظر اسلام میں اپنے مصری استاد کو اردو اخبار کی خبریں فی البدیہہ عربی میں سنایا کرتے۔ انہی استاد کے ایما پر والد ماجد اور نانا جان کی اجازت سے آپ جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً چار سال تحصیل علم میں گزارنے اور اپنی فطری ذہانت وذکاوت کی بنا پر اپنے اساتذہ کی آنکھوں کا تارا بن گئے یہی وجہ تھی کہ جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد آپ کو وہاں کی مسند تدریس پیش کی گئی مگر مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے اسے منظور نہ فرمایا مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے ظاہر کے ساتھ ساتھ آپ کی باطنی اور روحانی تربیت بھی فرمائی اس ولی کامل کے فیض صحبت نے آپ کو جلد ہی کندن بنا دیا اہل نظر کا مشاہدہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی ظاہر و باطن، فضل وکمال وتقویٰ ہر لحاظ سے اپنے اسلاف کا مظہر اتم ہے اور آپ ایک ولی کامل ہیں۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے اپنی مبارک زندگی میں آپ کو اپنا

قائم مقام بنایا، منصب افتاء سے نوازا، رضا مسجد اور عیدگاہ کی امامت وخطابت عطا فرمائی اور جمعہ وجماعات، حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ آپ کے پیچھے ہی ادا فرماتے اور آپ سے بے پناہ محبت فرماتے۔ بقول محبوب العارفین حضور سیدی علامہ الشاہ سید حسن میاں صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ مارہرہ شریف (پیر خانۂ اعلیحضرت)

کہ "حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ اختر میاں کے ساتھ مارہرہ شریف تشریف لاتے اور جب کبھی وہ مفتی اعظم ہند کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے تو فوری بلاتے اور فرماتے کہ "اختر میاں تم میری آنکھوں سے غائب مت ہوا کرو میں جب تمہیں نہیں دیکھتا تو بے چین ہو جاتا ہوں" (مفہوماً)

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت علامہ آج بھی اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کی مسند افتاء کو آباد کئے ہوئے ہیں اور دنیا بھر سے آئے ہوئے استفسارات کے جوابات ارشاد فرماتے ہیں اور تشنگان علم وفضل کی پیاس بجھاتے ہیں۔ آپ بریلی شریف سے ایک ماہنامہ "سنی دنیا" بھی نکالتے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں دورہ کر کے مسلک حق اہلسنت وجماعت کی ترقی وترویج واشاعت میں رات دن کوشاں ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مدظلہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے تمام دنیا کو مستفیض فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔



پیش لفظ

از ابوالسخا مولانا محمد عبدالرشید قادری برکاتی نوری۔ ایم ۔ اے

مسئلہ "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔

پانچ سال، دس سال، پندرہ سال پہلے بھی یہ مسئلہ علماء سے پوچھا گیا ہے اور اس پر محقق علماء نے جو جواب زبانی عطا فرمایا، وہ وہی تھا جواب آپ تحریری شکل میں، کتاب ھٰذا میں پڑھ لیں گے ــــــ ہاں بلاد عرب اور بلاد ہند کے علماء کے سامنے یہ ایک نیا مسئلہ تھا، چنانچہ، خانقاہ رضویہ کے ایک خانوادے، امام اہلسنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے نبیرہ، اور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے نائب وجانشین، فاضلِ کل حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری دامت فیوضہم، جب پاکستان تشریف لائے اور انہوں نے یہاں لوگوں کو دیکھا کہ وہ دعا میں، امام وخطیب اور مقرر کی تقریر میں آیت درود شریف پڑھتے وقت، دوران قرأت، "حق نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نعرہ لگاتے ہیں، تو مسئلہ بتائے بغیر نہ رہ سکے اور علی الاعلان جلسۂ عام میں، مسئلہ ضرور یہ بیان فرما دیا، لوگوں نے یہ مسئلہ سنا، اور سر تسلیم خم کر دیا، جو علما وہاں موجود تھے انہوں نے سراہا کہ حضرت نے صحیح وقت پر رہنمائی فرمائی ہے ــــــ اسی مجمع میں صاحبزادے محمد زبیر صاحب بھی موجود تھے، موصوف کو اکابر سے اختلاف کا

بہت شوق ہے ــــــ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بعض اکابر علماء نے ان کی تحریر کی اصلاح فرمائی مگر صاحبزادے اپنی رائے پر مصر رہے اور اکابر کی رائے کو تسلیم نہیں کیا، موصوف کو خود اپنے والد ماجد مرحوم ومغفور سے بعض مسائل میں عملاً اختلاف ہے۔ چنانچہ اسی عادت قدیمہ مستمرہ کے تحت، صاحبزادے صاحب نے ایک سوال حضرت کو لکھ کر بھیج دیا جس کا جواب حضرت نے فوری دیا پھر اور سوال وجواب ہوئے۔ یہ تمام سوالات وجوابات من وعن، کتاب ہذا کی زینت ہیں۔ قارئین اُسے خود ہی پڑھ لیں گے، موصوف کے آخری سوال کے جواب میں حضرت ابھی لکھ ہی رہے تھے کہ صاحبزادے صاحب نے اپنی جلد بازی کی عادت کے تحت، خود ہی اپنے گھر کے ایک فرد نام سے سوال ترتیب دیکر، جواب لکھا اور بہت سے علما سے تصدیقات کرا کے رسالہ شائع کرایا۔ موصوف نے اپنے رسالہ میں، جو دلائل پیش کئے ہیں، ان میں سے کئی کا جواب تو حضرت ان کو پہلے دے چکے تھے۔ باقی کے جواب بھی حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں مدظلہ نے اس مسئلہ پر اب تک کی آخری گفتگوئے ہذا میں مرحمت فرما دئے ہیں۔ جن کو قارئین پڑھ لیں گے ــــــ ہم صاحبزادے کے دلائل سے قطع نظر، (کہ ان کا جواب تو کتاب ہذا میں موجود ہے) صرف رسالہ "حق نبی" پر کچھ تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) پورے رسالہ میں جہاں جہاں "حق نبی" لکھا ہے، کہیں بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذکر کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بھی درود وسلام کے کلمات غائب ہیں، حتیٰ کہ سرورق، اور پہلے صفحہ پر بھی صرف "حق نبی" لکھا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲) صاحبزادے نے اپنی مؤلفہ میں اس مسئلہ کو فروعی مسئلہ قرار دیا (رسالہ مذکورہ ص۲) حالانکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اور قرآن کریم سے اس پر حجت موجود ہے

(۳) صاحبزادے نے، اس مسئلہ پر اظہار حق، کو اضطراب و انتشار کے پیدا ہونے کا لازمی امر قرار دیا۔ (رسالہ مذکورہ ص۲) حالانکہ مسئلہ کے بیان سے نہ تو انتشار پھیلا اور نہ اضطراب بلکہ رسالہ "حق نبی" کی طباعت کے بعد ضرور انتشار پھیلا۔ اور عوام مضطرب ہوئے۔

(۴) صاحبزادے نے، حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری زید مجدھم کی جانب سے، اس مسئلہ پر اظہار خیال کو "شر" قرار دیا (معاذ اللہ) اور اپنے مؤلفہ رسالہ کو "رفع شر" کا باعث قرار دیا۔ (رسالہ مذکورہ ص۲) صاحبزادے صاحب نے اس پر توجہ نہ فرمائی کہ جس کو وہ "شر" سمجھ رہے ہیں، وہی تو حق ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا ہے۔

(۵) صاحبزادے صاحب کی نگاہ میں، ان کے مؤلفہ رسالہ کی طباعت سے، کسی کی ذاتی مخالفت یا مخاصمت مقصود نہیں تھی (رسالہ مذکورہ ص۲) حالانکہ اگر ذاتی مخالفت مقصود نہ تھی تو اتمام حجت تو ہونے دیتے، ابھی تو مجیب جواب دے ہی رہے تھے، کہ یہ صاحبزادے صبر نہ کر سکے اور محض اپنی برتری کے اظہار کے لئے یکطرفہ دلائل طبع کرا دیئے۔

(۶) صاحبزادے صاحب کی نگاہ میں بقول ان کے، انہوں نے اپنا رسالہ للہیت کے ساتھ طبع کرایا ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے فاضل و محترم حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ کا نام تصدیقات سے نکال دیا ہے ـــــ لیکن یہ رائے محض پردہ داری کے لئے ہے، صاحبزادے اگر اس کام میں مخلص ہوتے اور للہیت کے ساتھ کرتے تو

(الف) وہ اپنے جواب میں حضرت کے جوابات بھی نقل کرتے۔

(ب) جن علماء سے تصدیقات کرائی ہیں، ان کو آگاہ کرتے کہ یہ مکالمہ کس

عالم سے ہو رہا ہے۔

(ج) یہ بھی ظاہر کرتے کہ ابھی فاضل محترم حضرت علامہ اختر رضا خاں، کا آخری جواب آنا باقی ہے۔

پھر وہ دیکھتے کہ ان کی رائے کی تصدیق کتنے علماء نے فرمائی؟!!

لیکن صاحبزادے جانتے تھے کہ اگر انہوں نے، حضرت کا نام ظاہر کر دیا تو شاید ایک دو حضرات ہی تصدیق کرتے باقی اس وقت سکوت فرماتے یا حضرت کے دلائل منگواتے۔ دونوں صورتوں میں مدعا پورا نہ ہوتا لہذا نام ہی اڑا گئے۔

چنانچہ فاضل کل حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی فرماتے ہیں کہ مولانا محمد زبیر صاحب کے متعلق مجھے معلوم نہ تھا کہ ان کی سعی جمیل کے پس پشت کونسا محرک ہے ورنہ میں اس میں حصہ نہ لیتا۔

(پورا خط کتاب ہذا میں شامل ہے۔)

(۷) صاحبزادے صاحب کے بقول، قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی دامت برکاتھم العالیہ نے، "حق گوئی" کی اس کٹھن راہ میں قدم قدم پر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی ـــــ حالانکہ، حضرت قائد اہلسنت مدظلہ نے، نجی محفلوں میں اس کی طباعت کو پسند نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا، کہ اس کی اشاعت سے اہلسنت میں انتشار بڑھے گا۔ (مفہوم گفتگو درمیان علماء بہ موقعہ جلسہ دستار فضیلت ٹھٹھہ، بر مکان جیلانی برادران ۱۹۸۹ء)

(۸) صاحبزادے صاحب کے الفاظ میں، ان کی یہ کوشش، امت مسلمہ کے اتفاق و اتحاد کیلئے ہے ـــــ مگر افسوس یہ کہ ان کی یہ سعی و کاوش، امت مسلمہ میں بے چینی و اضطراب کا باعث بنی ـــــ صاحبزادے صاحب اگر اپنا جواب شائع نہ کرتے، تو جواباً یہ کتاب بھی نہ شائع کی جاتی جو مجبوراً شائع کی جا رہی ہے۔ صاحبزادے صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں جو اپنے ایک

شاگرد سے لکھوایا کہا کہ "دعویٰ (بزعم خود) جو ...... ثابت کیا جا چکا ہو۔ کی تائید میں، اگر کوئی مرجوح (ناپسندیدہ) اور ضعیف قول، بھی لایا جائے (گویا خود بھی اپنے قول کی تائید میں لائی جانے والی دلیل کو، ضعیف (کمزور) اور مرجوح (ناپسندیدہ، فقہاء کے نزدیک ناقابل قبول) سمجھ رہے ہیں)، تو کونسی قیامت ٹوٹ پڑتی" (یہ خط کتاب ہذا میں شامل ہے) حالانکہ ..... قیامت ٹوٹ پڑی ——— خود صاحبزادے صاحب پر ٹوٹ پڑی دیکھے کیا لازم آیا: علامہ شامی درمختار میں فرماتے ہیں۔

ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع۔ — قول مرجوح پر حکم دفتویٰ دینا جہالت اور خلاف اجماع ہے۔

(درمختار ص ۶۹ ج ۱)

اب ذرا "حق نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم) نامی رسالہ پر جن محترم علماء کرام نے تصدیقات فرمائی ہیں ——— ان پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔ اس رسالہ میں باون ۵۲ محترم حضرات کی تصدیقات ہیں۔ ان میں سے اٹھائیس علماء وہ ہیں جو باقاعدہ منصب افتاء پر فائز ہیں ——— تیرہ ۱۳ وہ ہیں جو مدرس ہیں اور افتاء سے، شغف نہیں فرماتے۔ اور گیارہ ۱۱ وہ ہیں جو واعظ یا مقرر امام خطیب ہیں ——— جب ان تصدیقات کو بغور پڑھا گیا، تو جو کچھ نتیجہ نکلا وہ یہ ہے کہ ان حضرات مقدسہ میں سے پینتیس ۳۵ حضرات وہ ہیں جنہوں نے صرف تصدیق فرمائی ہے اور اپنی علیحدہ رائے یا دلیل کا اظہار نہ فرمایا ان میں سے بعض امام و خطیب ہیں یا واعظ ——— باقیوں میں سے جنہوں نے کچھ تحریر فرمایا ہے ان میں سے (۱) حضرت مولانا مفتی مختار احمد صاحب[1] فرماتے ہیں کہ مخالف

---

[1] افسوس کہ حضرت علامہ مفتی مختار احمد صاحب اس رسالہ کی طباعت کے بعد انتقال فرما گئے! اللہ تعالیٰ ان کی مرقد پر رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین) (مرتب)

کے پاس سوائے بغض کے کوئی دلیل واضح موجود نہیں ہے (حضرت کی خدمت میں عرض ہے کہ "وقف کو قرأۃ کا حکم" دینے والے فاضل، کے دلائل ملاحظہ فرمالیں، ان شاء اللہ آپ بھی مطمئن ہو جائیں گے)

(۲) حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب نے اپنی تصدیق میں مطلقاً حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)، کے جواز پر بات کی ہے، عند القرأۃ حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بیان نہیں فرمایا (فاضل محقق علامہ ازہری کو اس سے کب انکار ہے) وہ بھی مطلقاً حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا افضل قرار دیتے ہیں۔) حضرت مولانا نے ہمارے استفسار پر، اپنی رائے کا دوبارہ اظہار فرمایا ہے، جو شامل کتاب ہذا ہے۔

(۳) علامہ محمد اشرف صاحب مدظلہ، نے اپنی تصدیق میں، ان الفاظ میں فاضل محقق علامہ ازہری کی تائید ہی فرمائی ہے، لکھتے ہیں "اور جب قرأت ہی منقطع ہو گئی تو حکم استماع بھی مرتفع ہو گیا" (یہی قول فاضل علامہ ازہری کا ہے)

(۴) حضرت علامہ غلام رسول رضوی قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں "وقفہ تلاوت کے حکم سے خارج ہے" (حضرت کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ فاضل محقق علامہ ازہری نے ثابت کیا ہے کہ یہ وقفہ حکم قرأت میں ہے، امید کہ یہ تحقیق پڑھ کر آپ اس کی تائید فرمائیں گے)

(۵) مفتی محمد اسلم صاحب رضوی بھی قاری کی تلاوت کے درمیان وقفہ میں نعرہ لگانا بدرجہ اولیٰ جائز فرما رہے ہیں (ان حضرت سے بھی عرض ہے کہ پہلے فاضل محقق کی تحقیق ملاحظہ فرمالیں پھر رائے کا دوبارہ اظہار فرمائیں)

(۶) علامہ مفتی محمد حسین نعیمی بھی، فاضل محقق علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ کی تصدیق کر رہے ہیں، فرماتے ہیں (لہذا ہر آیت کی تلاوت کے بعد کا وقفہ شامل قرأت نہیں" (تو فاضل محقق بھی یہی فرماتے ہیں کہ آیت

پوری ہو پھر نعرہ لگائیں)

(۷) حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری صاحب نے رسالہ مذکورہ پر تصدیق فرمائی تھی مگر حضرت نے اس تصدیق سے رجوع فرماتے ہوئے، فاضل محقق علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ کے دلائل پڑھ کر، جو تصدیقی و تحسینی کلمات ارشاد فرمائے وہ کتاب ہذا کی زینت ہیں۔

(۸) مفتی محمد خاں صاحب منہاجی طاہری نے اصل معاملہ سے ہٹ کر تصدیق فرمائی انہوں نے اس کو اضافہ تصور فرما کر تردید فرمائی (حالانکہ بحث اضافہ پر نہیں بلکہ نعرۂ "حق نبی" عند القراۃ پر ہو رہی ہے۔)

(۹) حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب نے بھی تصدیق میں فرمایا کہ مانعین کا موقف غلط اور مبنی بر عناد ہے

(مگر جب موصوف نے حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری کا فتوٰی ملاحظہ فرمایا تو اپنے سابقہ موقف سے رجوع فرماتے ہوئے، حضرت کے فتوٰی کی تائید فرمائی اور مبارکپور یونیورسٹی سے آنے والی تائید پر تصدیق فرمائی جو شامل کتاب ہذا ہے۔ فللہ الحمد)

(۱۰) حضرت علامہ مفتی ابو صالح محمد فیض احمد صاحب اویسی نے بھی، مانع کے قول کو حق کا انکار تصور فرمایا (حالانکہ حق کا انکار نہیں کیا جا رہا ہے، نبی کے حق ہونے سے بھلا کون انکار کرے گا، مسئلہ یہ ہے کہ یہ وقفہ قراۃ میں شمار ہے یا نہیں۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں، انشاء اللہ آپ بھی تائید فرمائیں گے۔)

(۱۱) حضرت مولانا بشیر احمد اشرفی زید حبہ نے دلائل قاہرہ سے وقف کے اقسام بیان فرمائے ہیں (حضرت کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ جس کتاب "الاتقان" از علامہ سیوطی سے آپ نے وقف کی اقسام

ارشاد فرمائی ہیں اسی سے تو فاضل محقق علامہ ازہری نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ ایسا وقیف قرأت کے حکم میں ہے اس پر بھی نگاہ ڈالیں اور فاضل محقق کی تحسین فرمائیں)

(۱۲) حضرت علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب قبلہ نے جو روایت نقل فرمائیں، فاضل محقق نے ثابت کیا ہے کہ وہ صرف قاری کیلئے ہیں، سامع کیلئے نہیں، سامع پر تو انصات ہی لازم ہے۔ اور یہ دلیل کہ جب قاری ادا کر سکتا ہے تو سامع بھی ادا کر سکتا ہے، مشکوٰۃ میں مذکور نہیں یوں ہی فقہا کے ارشادات بھی قاری کے حق میں مفید ہیں، سامع کے حق میں نہیں۔ (معذرت کے ساتھ)

(۱۳) حضرت مولانا مفتی محمد رفیق حسنی صاحب نے اس کو عدم علم، عناد اور ضد قرار دیدیا (حضرت سے عرض ہے کہ فاضل محقق علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ کے دلائل ملاحظہ فرمائیں پھر اپنی رائے پر غور کریں)

(۱۴) صاحبزادۂ خطیب پاکستان مولانا کوکب نورانی، نے اپنے والد گرامی (مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ) کا جو واقعہ بیان فرمایا، وہ خاص اپنے موقعہ کے لحاظ سے مناسب ہوگا۔ پھر جب ان کا حضرت فاضل محقق علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری صاحب مدظلہ سے ملنے کا ارادہ ہی تھا، تو مل لیتے، پھر حکم لگاتے۔ اب ان کے دلائل ملاحظہ فرمالیں پھر فیصلہ فرمائیں۔ (شکریہ)

(۱۵) حضرت مفتی عبداللطیف صاحب ٹھٹھوی قبلہ زید مجدہٗ نے فرمایا کہ "ان کا اعتراض سراسر غلط اور عناد سے بھرا ہوا ہے"

(حضرت سے بھی مؤدبانہ عرض ہے کہ فاضل محقق کا جواب تحقیقی ملاحظہ

فرمانے کے بعد فیصلہ فرمائیں ۔)

(۱۶) مولانا عبداللطیف ایم ۔ اے، لکھتے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنا خود قرینہ ہے کہ یہاں قرأت کی نیت نہیں بلکہ ثنا و دعا مراد ہے۔ (حالانکہ ثنا تو پورا قرآن ہے اور یہ دعا کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ تلاوت کر کے إخبار (اطلاع دینا) مقصود ہے۔ پھر وہاں کیا فرمائیں گے جہاں مقرر یا واعظ بغیر ہاتھ اٹھائے آیت درود پڑھتا ہے۔ وہاں تلاوت ہے؟ تو پھر وہاں منع فرمادیں)

(۱۷) حضرت علامہ مولانا محمد مختار احمد فیصل آبادی نے بھی رسالہ حق نبی کے مضمون پر تصدیق فرمائی تھی. مگر جب حضرت مفتئ اسلام کا فتوٰی ملاحظہ فرمایا تو اپنے سابقہ قول سے رجوع کرتے ہوئے حضرت مفتی اسلام علامہ محمد اختر رضا خاں قبلہ کے فتوٰی کی تصدیق نہ صرف خود فرمائی بلکہ فیصل آباد کے دیگر علماء سے تصدیق بھجوائی جو زینت کتاب ہذا ہیں ۔ (فللّٰہ الحمد)

خلاصۂ کلام یہ کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ تلاوت کے دوران، "حق نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نعرہ نہ لگائیں اور یہ وقف جو "علی النبی" پر ہوتا ہے، قرأت کے حکم میں ہے لہذا اس موقعہ پر نعرہ نہ لگائیں. بلکہ جب پوری آیت ختم ہو جائے تو پھر "حق نبی"، صلی اللہ علیہ وسلم یا "لبیک"، یا "اللھم لبیک" کہہ کر درود شریف پڑھیں ۔ پورے مسئلہ کے لئے کتاب حاضر ہے۔

فاضل محقق حضرت علامہ ازہری قبلہ زید مجدہم کے بارے میں، بس یہ اتنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، آپ امام اہلسنت

فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ مفتئ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تربیت فرمائی ہے۔ ان کے سایہ میں تعلیم حاصل کی، ان کے ہی زیر سایہ منصب افتاء پر فائز ہوئے اور ہزاروں فتاوٰی لکھے۔ مفتئ اعظم ہند نے آپ کو مزید علم کیلئے جامعہ الازہر بھیجا جہاں آپ نے چار سال گزارے یوں آپ الازہری کہلائے (گویا آپ صرف ۳ ماہی ازہری نہیں ہیں) حضرت مفتی اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور تمام علماء ہند نے آپ کو جانشین مفتئ اعظم ہند تسلیم کیا ہے، اور آپ کے علم و عرفان، اور فضل و کمال کو زہد تقوٰی کے معترف ہیں۔

رسالہ حق نبی کی اشاعت کے بعد اخبارات میں، صاحب زادے محمد زبیر صاحب کے رفقاء کی جانب سے، حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری کی ذات پر جو رکیک حملے کئے گئے، تمام فرزندان خانقاہ رضویہ نے اس کی مذمت فرمائی ہے۔ اہل سلسلہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، نوریہ، حامدیہ نے بھی ایسے امور کی مذمت کی ہے۔

افسوس! کہ صاحبزادے نے اختلاف کے ساتھ ساتھ قانونی، اخلاقی اور شرعی حدود کو بھی چھوڑ دیا اور اپنے پیش لفظ میں پوری طرح یہ تائثر دینے کی کوشش کی کہ انہوں نے یہ اختلاف معاذاللہ کسی دیوبندی، وہابی، گستاخ رسول سے کیا ہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتے تھے اور جانتے ہیں کہ ان کا یہ مکالمہ کس

سے ہو رہا ہے ۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ انہیں کے پردادا اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بریلوی کہلاتے اور بریلوی ہونے کے ناطے ہی اپنا کاروبار چلاتے ہیں ایسے محسنوں سے اختلاف کیا یہ کوئی مہذب انداز ہے ؟

محترم قارئین کتاب ہذا کے مطالعہ سے آپ اس نتیجہ تک پہنچیں گے کہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہٗ نے صاحب زادے کی ایک ایک دلیل کا جواب دیا ہے جبکہ صاحبزادے اپنے رسالہ میں کہیں بھی حضرت کے پیش کردہ دلائل میں سے کسی بھی ایک دلیل کو رد نہ کر سکے ۔ حالانکہ دیانت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ صاحبزادے اپنے رسالہ میں حضرت کے تمام دلائل کا تذکرہ کرتے اور طرفین کے دلائل علماء و عوام کے سامنے پیش کرتے پھر محاکمہ چاہتے

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو پڑھ کر قبول حق کی توفیق دے ۔ آمین ۔

محمد عبد الرشید نوری قادری
۶ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۰ ھج
۳ فروری سنہ ۱۹۹۰ ء

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیسا ہے ؟

عالم اسلام اور دنیائے اہلسنت کی مسلمہ شخصیت، نبیرہ امام اہلسنت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہما کے جانشین اور نائب حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں بریلوی قادری برکاتی نوری مدظلہم العالی گزشتہ سال پاکستان تشریف لائے تو اس موقعہ پر عوام اہلسنت خانقاہ رضویہ کے اس عظیم فرزند کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تابانہ ٹوٹ پڑے اپنے اس دورہ میں، حضرت نے حیدر آباد میں ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب فرمایا ۔ اپنے اس خطاب سے قبل آپ نے ایک تمہیدی گفتگو میں عوام اہلسنت کو ایک مسئلہ شرعیہ سے آگاہ فرمایا اور بتایا کہ قرآن کریم کی تلاوت کے درمیان خاموشی لازم ہے اور اس موقعہ پر حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگانا قرآنی حکم کے خلاف ہے ۔ ذیل میں حضرت کی وہ تقریر نذر قارئین ہے ۔ مرتب

حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں الازھری کی تقریر!

حدیث میں ہے ۔

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان" جو تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی استطاعت رکھتا ہے، ہاتھ سے بدل دے

اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے اس کو منع کرے، بدل دے
اور زبان سے اس منکر کو بدل دے، اگر اس کی بھی قدرت نہیں رکھتا تو
اسے دل سے برا جانے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ
ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے دوسری حدیث میں فرمایا ولیس وراء
ذلک من الایمان حبۃ خردل یعنی اس کے بعد اس کے
علاوہ ایمان کا رائی برابر کوئی درجہ نہیں ہے یعنی برائی کو برا جاننا ایمان کا تقاضا
ہے اور یہ مومن کی شان ہے اور ایمان کا خاصہ ہے لازمۂ ایمان ہے کہ برائی
کو برا جانے پھر اگر قدرت رکھتا ہے تو مومن کی یہ شان ہے کہ سرکار نے ارشاد
فرمایا اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے اس برائی کو مقرر نہ رکھے اور اگر اسکی
بھی قدرت نہیں ہے تو برائی کو برا کہے اور منکر کی برائی کو ظاہر کرے اس کی
شناعت ظاہر کرے لوگوں کو منع کرے یہاں پاکستان میں یہ دستور ہے کہ
جب آیت درود پڑھی جاتی ہے اس وقت لوگ زور سے نعرہ لگاتے
ہیں "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ ہم نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے کلمہ گو ہیں اور ایسے کلمہ گو ہیں کہ مدعیوں کے پاس تو محض دعوے کے سوا
کچھ نہیں ہے اور ہم ایسے کلمہ گو ہیں کہ روئے زمین پر ہم ہی مسلمان ہیں الحمد
للہ اور ہم سچے کلمہ گو ہیں اس لئے کہ ہم سچے نبی کو مانتے ہیں ہمارا نبی بھی سچا
اور ہمارا خدا بھی سچا اور ہمارا کلمہ بھی سچا اور الحمد للہ اس نبی کا کلمہ پڑھنے کی
وجہ سے ہم بھی ایسے سچے ہیں کہ کوئی ہم کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا لیکن ہم پر آپ
پر، سب پر اس کی اطاعت ضروری ہے جس کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے اور
کلمہ پڑھنے سے ہی ہمارے ذمہ میں ان کی اطاعت فرض ہوئی ہے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

تو ہمارے اوپر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ضروری ہے
اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ہی بعینہٖ خدا کی اطاعت ہے قرآن کریم
کا ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ
وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو
اور تمہارے اندر جو علماء ہیں، اہل حکم ہیں ان کی اطاعت کرو

اب اس پر غور کیجئے کہ ہم جو نعرہ لگاتے ہیں "حق نبی" صلی اللہ
علیہ وسلم کا تو اس سے قطع نظر کہ یہ نعرہ فی نفسہ جائز ہے کوئی بری بات نہیں بلکہ
یہ ہمارے دل کی آواز ہے جو ہمارے منہ سے، ہمارے لبوں سے، ہماری زبان
سے نکلتی ہے! یہ دل کی آواز ہے لیکن اس پر غور کیجئے کہ اس وقت جو یہ
نعرہ لگایا جاتا ہے کیا اللہ نے یا اس کے رسول نے اس وقت نعرہ لگانے
سے آپکو منع کیا ہے یا اس نعرہ لگانے کی اجازت دی ہے قرآن کریم کا
ارشاد ہے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

جب قرآن پڑھا جائے فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ تو اس کو سنو اور
چپ رہو تاکہ تمہارے اوپر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت ہو۔

قرآن کریم نے ہمیں اس آیت کریمہ میں دو باتوں کا حکم دیا ہے ایک یہ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو آپ سنیں اور دوسری بات یہ کہ قرآن کی تلاوت کے دوران چپ رہیں اور اس پر قرآن کریم نے وعدہ فرمایا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو گے اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہوگی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ابھی جب قاری ٹھہر گیا اور اس نے وقف کیا تو قراءت ابھی نہیں ہو رہی ہے تو سننے کا حکم نہیں ہے اور جب سننے کا حکم نہیں ہے تو چپ رہنے کا بھی حکم نہیں ہے۔ اس لئے کہ چپ رہنا وہ سننے کے لئے ہے لہٰذا حق بنی کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس خیال کا اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے چپ رہنے کا جو حکم دیا ہے یہ محض سننے کے لئے نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نے جو چپ رہنے کا حکم دیا ہے وہ حرمت قرآن کی وجہ سے ہے اور قرآن کو سننے کیلئے بھی ہے۔ دیکھئے کہ جب تک تلاوت کی محفل قائم رہے جب تک تلاوت کی مجلس قائم رہے یہ شرع کا قاعدہ کلیہ ہے کہ شرع مجلس کا اعتبار کرتی ہے جس مجلس میں جو کام ہو رہا ہے جب تک وہ کام ہوتا رہے گا وہ مجلس اسی کام کی ہے آپ نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا ہے لیکن کھانا کھانے کیلئے مستعد ہیں کھانا کھانے کے لئے بیٹھے ہیں تو عرفاً کیا کہا جائے گا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے کھانا کھا رہے ہیں جب تک کھانے کا فعل ہوتا رہے گا تب تک یہی کہا جائیگا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے حالانکہ اس پوری مجلس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کھانا کھاتے رہیں بیچ میں کوئی فصل واقع نہ ہو بیچ میں فصل واقع ہوگا تو آپ بات بھی کریں گے کوئی اور کام بھی کریں گے لیکن وہ چونکہ کھانے کی مجلس ہے کھانے کی محفل ہے تو اس میں اس فصل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جو

معمولی سا فصل ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ کھانا کھا رہے ہیں اور کھانا کھانے سے پہلے بھی آپ جب کھانے کے لئے مستعد ہیں تو اس حالت استعدادی پر بھی وہ اطلاق ہوگا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے کھانا کھا رہے ہیں فلاں شخص کھانے کے لئے جا رہا ہے ابھی کھانا کھایا نہیں ہے لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ کھانا کھا رہا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ جو فعل جب تک قائم رہے جب تک جاری رہے وہ مجلس اسی فعل کی قرار دی جائے گی اس طریقے سے میں (مفتی اختر رضا خاں ازہری) جو تقریر کر رہا ہوں تو میرے جملوں کے درمیان خاموشی بھی ہوگی لیکن اس خاموشی کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا بلکہ یہی کہے گا کہ تقریر ہو رہی ہے اور آپ لوگ بھی کہیں گے کہ فلاں صاحب تقریر کر رہے ہیں اور ہم تقریر سن رہے ہیں حالانکہ بیچ میں خاموشی بھی ہوگی اسکو بہت سی مثالوں سے سمجھایا جا سکتا ہے بہرحال مختصر یہ ہے کہ جب تک جس کام کی محفل رہے گی وہ محفل اس کام کی شمار کی جائے گی جب تک تقریر جاری ہے تقریر کی محفل قرار دی جائے گی جب تک خطبہ جاری ہے تو خطبہ کی محفل قرار دی جائے گی بلاتشبیہ وتمثیل اسی طریقے سے جب تک تلاوت کی جاری ہے ہزار مرتبہ اگرچہ قاری سکوت کرے اگرچہ وقف کرے لیکن وہ محفل اسی مجلس کی، تلاوت کی ہی قرار دی جائے گی اسی لئے قاری کی تلاوت کے درمیان اور خطبہ کے درمیان اور وعظ کے درمیان یہی حکم ہے کہ جب تک خطبہ جاری ہے تو لوگوں کو ضروری ہے کہ وہ چپ بیٹھیں اگرچہ آواز نہ پہنچتی ہو معلوم ہوا کہ یہ جو چپ رہنے کا حکم ہے وہ محض سننے کے لئے نہیں ہے، سننے کے لئے بھی ہے اور حرمت وعظ، حرمت خطبہ، اور حرمت تلاوت کو قائم رکھنے کے لئے بھی ہے اس لئے کہ جب بولا جائے گا اسکے

درمیان جو کلام کیا جائے گا تو تلاوت کی حرمت ختم ہو جائے گی وعظ کی حرمت ختم ہو جائیگی خطبہ کی حرمت ختم ہو جائیگی لہذا فقہاء بالاتفاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دور بیٹھا ہوا ہے یا کچھ لوگ دور بیٹھے ہوئے ہیں خطبہ کی آواز جہاں تک نہیں جارہی ہے یا وعظ کی آواز نہیں جارہی ہے یا قاری کی آواز نہیں جارہی ہے ان لوگوں کو بھی یہ فرض ہے کہ وہ چپ بیٹھیں جب کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ابھی قاری قرائت کررہا ہے یا خطیب خطبہ دے رہا ہے یا واعظ وعظ کر رہا ہے معلوم یہ ہوا کہ یہ حکم چپ رہنے کا محض استماع کے لئے نہیں ہے محض یہ سننے کیلئے نہیں ہے بلکہ حرمت قرآن کو قائم رکھنے کے لئے بھی ہے قرآن کی تلاوت کے دوران اگر بولنا جائز ہوتا تو تلاوت ہی کی رخصت ہوتی کہ ہم تلاوت کررہے ہیں دوسرا تلاوت شروع کردے اور اگر یوں نہ سہی جب تک جتنے لمحوں میں قاری وقف کرتا ہے خاموش رہتا ہے تو اس کے سکتے میں تلاوت کرے لیکن سکتوں میں بھی تلاوت جائز نہیں ہے نہ اس تلاوت کے دوران دوسروں کو تلاوت کرنے کا حکم ہے تو معلوم یہ ہوا کہ یہ جو ہم لوگ "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگاتے ہیں اس وقت اس نعرہ کا حکم نہیں ہے آپ دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دل میں "حق نبی" کا نعرہ لگائیں یعنی ذکر قلبی جاری رہے تو یہ منع نہیں ہے ذکر لسانی سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی تلاوت کے دوران منع کیا ہے اور ہماری شان یہ ہے کہ جہاں ہم کو روکا گیا ہے وہیں رک جائیں اور جو ہم کو کرنے کا حکم دیا ہے وہ ہم کریں اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(تقریر ختم ہوئی)

اس جلسہ میں حیدرآباد کے جید علماء کرام ومشائخ عظام موجود تھے سب نے اس نکتہ پر آفرین کہا اور محسوس کیا کہ حضرت نے بر وقت ایک دینی مسئلہ پر رہنمائی فرمائی ہے اور امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے خاندان کا فرد ہونے کا حق ادا کیا ہے —— اس جلسہ میں کچھ ایسے حضرات بھی موجود تھے جو بزعم خود اکابر کے ساتھ برابری کی خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں اور خود کو علم وفضل کا ماہر گردانتے ہیں

ان ہی میں ایک صاحبزادے جو ابھی نوعمر نوجوان اور جوشیلے ہیں موجود تھے، ان سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے دوسرے دن علی الصبح، حضرت کی خدمت میں اپنی کم علمی کے اعتراف کے ساتھ ایک استفسار روانہ کیا حضرت نے اس کا جواب فوری دیا۔ ذیل میں وہ سوال وجواب بھی ہدیۂ قارئین ہے۔

صاحبزادے کا خط

واجب الاحترام گرامی مرتبت مولانا اختر رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

رات کو جلسہ میں "حق نبی" کی ممانعت کے سلسلہ میں آنجناب نے جو فتویٰ بیان فرمایا ہے اس کو سنکر ذہن میں کچھ استفسار پیدا ہوگئے جن کو سپرد قلم کرکے ارسال کررہا ہوں۔ امید ہے حضرت میری اس جسارت کو کم فہمی اور بے علمی پر محمول کرتے ہوئے درگذر فرمائیں گے اور جواب سے سرفراز فرماکے میرے علم میں اضافہ فرمائینگے۔

(الف) "حق نبی" کی ممانعت کی آنجناب نے جو دلیل ذکر فرمائی ہے

اس کی رو سے "آیت صلوٰۃ" کے بعد لوگ جو درود شریف پڑھتے کیا وہ بھی ممنوع نہیں ہو جائے گا؟ کیونکہ عموماً دعا میں اس آیت کے بعد یہ آیت آخر میں پڑھی جاتی ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ تو آپ کے ارشاد کے مطابق تلاوت کے درمیان کا وقفہ اور سکوت قابل اعتبار نہیں بلکہ وہ تلاوت ہی شمار ہوگا تو اس طرح لوگوں کا درود شریف پڑھنا اثنائے تلاوت واقع ہونے کی بنا پر بفحوائے آیۂ شریفہ فاستمعوا لہ وانصتوا ممنوع ٹھیرا۔؟۔

(ب) مظاہرۂ حسنِ قرأت کے موقعہ پر جب قراء تلاوت کرتے ہیں تو اثنائے تلاوت مجمع کی طرف سے اللہ۔ اللہ۔ ماشاء اللہ۔ سبحان اللہ کی صدائیں بطور داد و تحسین بلند ہوتی ہیں۔ آپ کی دلیل کی بناء پر یہ بھی ممنوع قرار پائینگی؟ ــ جب کہ اس پر عالم کے مسلمانوں کا برسہابرس سے تعامل چلا آرہا ہے لاکھوں علماء اور مشائخ فقہا اور مفتیان کرام نے ایسی محافل کو دیکھا بھی ہے اور اس میں خود شرکت بھی کی ہے لیکن اس کے خلاف آج تک کسی نے فتویٰ نہیں دیا۔ اور اگر یہ جائز تھا تو "ماھو جوابکم فھو جوابنا"ــ

(ج) نمازمیں جب امام قرائت کرتا ہے تو سورت فاتحہ اور سورت دیگر کے درمیان "آمین" کہتے ہیں تو کیا وہ آپ کی دلیل کی رو سے ممنوع نہیں ہو جائے گا؟ کیونکہ آپ کی نظر میں یہ وقفہ غیر معتبر ہے لہٰذا اثنائے تلاوت "انصتوا" پر عمل نہ ہوا اور "آمین" کہنا بھی ناجائز ٹھیرا؟ــ

امید ہے کہ آنجناب اپنے کریمانہ اور محققانہ ارشادات

سے اس ناسمجھ اور کم عقل کی تشفی و تسلی کا سامان مہیا فرمائینگے۔

فقط۔ محمد زبیر نقشبندی

۲۹ جون ۱۹۸۹ء

۷۸۶/۹۲

الجواب۔ اللھم ہدایۃ الحق والصواب۔ گرامیقدر حضرت صاحبزادہ صاحب سلام مسنون

میرا کلام وقف قراءت کے بارے میں ہے نہ کہ وقف قطع کے سلسلہ میں۔ وقف قراءت میں قاری قراءت کے لئے وقف کرتا ہے اور بعد وقف وہ قراءت کے لئے مستعد ہوتا ہے لہٰذا معاً قراءت شروع کر دیتا ہے اور کسی شے کے لئے مستعد کا حکم وہی ہے جو اس کے فاعل کا حکم ہے اور یہ امر شرعاً و عرفاً معروف و معلوم ہے ولہ نظایر فی الفروع لاتخفی علی مطلع، وقف قطع کا معاملہ اس کے برخلاف ہے۔ اس صورت میں قاری بہ نیت قطع قراءت وقف کرتا ہے۔ آپ نے جو صورت تحریر کی وہ وقف قطع کی ہے یعنی قاری وہاں قراءت ختم کر دیتا ہے اور سامعین کو آیت درود پڑھنے کا وقفہ دیتا ہے پھر بعد درود خوانی قراءت مستانفہ ہوتی ہے لہٰذا اس جگہ استعاذہ پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ بعض قراء کا معمول ہے تو قراءت سابقہ آیت درود پر ختم ہوگئی اس بعد درود پڑھنا دوران قراءت میں درود پڑھنا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۔ یہ بھی ممنوع ہے اور تعامل مسلم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۔ وہاں آمین کہنے کا حکم ہے اور ولا الضالین پر وقف قطع قراءت کے لئے ہوتا ہے پھر قراءت مستانفہ

ہوتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

فقیر محمد اختر رضا خاں قادری ازہری غفرلہٗ

۲۵ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

○ تصدیق ۶، مولانا مفتی محمد یامین رضوی ۔ بنارس

۸۶ء

الجواب صواب، واللہ تعالیٰ اعلم محمد یامین رضوی مرادآبادی
خادم جامعہ حمیدیہ رضویہ
بنارس

یہ جواب مولوی محمد زبیر نقشبندی کی سمجھ میں نہ آیا ـــــ تو موصوف نے پھر سوال بھیجا اور مزید استفہام کیا ۔ ملاحظہ ہو

مخدومی و مطاعی زید مجدکم العالی ۔

ایک بار پھر زحمت دے رہا ہوں جس کے لئے صمیم قلب سے معذرت خواہ ہوں ۔

آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر لیکن وقف کے بارے میں مندرجہ بالا تقسیم اور اصطلاح آج تک کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزری اور اگر بالفرض لا مناقشۃ فی الاصطلاح کے تحت آپ کی ایجاد کردہ یہ اصطلاح اور تقسیم مان بھی لی جائے تو ذہن ان دونوں کے درمیان کسی واضح فرق کے سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ آنجناب کے کلام سے وقف قراءت اور وقف قطع کی جو تعریفیں سمجھ میں آرہی ہیں وہ جامع و مانع نہیں اور ایک دوسرے پر صادق آرہی ہیں ـــ مثلاً "علی النبی" پر آپکی

نظر میں وقف قراءت ہے اور بقول آپ کے "یہاں قاری قراءت کیلئے وقف کرتا ہے اور بعد وقف وہ قراءت کے لئے مستعد ہوتا ہے اور معاً قراءت شروع کر دیتا ہے"، تو یہی صورت بعینہٖ "وسلموا تسلیما" اور "ولا الضالین" کے وقف میں بھی پائی جاتی ہے ۔ جتنا وقفہ پہلی صورت میں ہے بعینہٖ اتنا ہی وقفہ دوسری صورتوں میں، ہے جس حیثیت اور جس نیت سے پہلی صورت میں وقفہ ہے اسی حیثیت اور نیت سے دوسری صورتوں میں بھی وقفہ ہے لہٰذا کیا وجہ ہے کہ دوسری صورتوں کو وقف قراءت میں شامل نہ کیا جائے ـــ ؟

ادھر وقف قطع کی تعریف کا مدار آپ نے یہ فرما کے قاری کی نیت پر رکھدیا کہ ـــــ "وقف قطع میں قاری بہ نیت قطع قراءت وقف کرتا ہے"، تو اگر "علی النبی" پر قاری بہ نیت قطع قراءت یعنی لوگوں کو حق نبی کہنے کا وقت دینے کے لئے وقف کرے تو یہی وقف قراءت وقف قطع بن جائے گا ۔

دراصل قراءت کا "انقطاع" چاروں صورتوں میں کہیں نہیں ہے لہٰذا وقف قطع کی اصطلاح ناقابل فہم ہے کیونکہ جس طرح قاری نے وسلموا تسلیما اور ولا الضالین پر وقف کر کے سامعین کو درود پڑھنے اور آمین کہنے کا وقفہ دیا (لیکن قراءت منقطع نہیں کی) یعنی اسی طرح "علی النبی" پر وقف کر کے قاری نے لوگوں کو "حق نبی" کہنے کا وقفہ دیا (یہاں بھی قراءت منقطع نہیں کی)، لہٰذا وسلموا تسلیما اور ولا الضالین میں اگر اس کی نیت کا اعتبار ہے تو علی النبی میں بھی اس کی نیت کا اعتبار ہونا چاہئے ۔ جبکہ ظاہراً تمام صورتیں یکساں ہیں ـــ

تعامل فقہاء مسلمین اور اجماع امت بہر حال فقہ کا ایک

اہم ماخذ اور ایک اہم ترین دلیل ہے جس کا بغیر کسی دلیل کے آسانی سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ محمد زبیر نقشبندی

۳۰؍ جون ۸۹ء

حضرت نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا

۷۸۶/۹۲

الجواب۔ اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

گرامی قدر صاحبزادہ صاحب سلام مسنون

وقف قراءت اور وقف قطع کی اصطلاح فقیر کی ایجاد کردہ نہیں ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ عبارت مع قید صفحہ کتاب دستیاب ہونے پر پیش کر دوں گا ان شاء اللہ۔ افادہ الامام الجلال السیوطی فی الاتقان۔ آمین اور تمام آیت (وسلموا تسلیما) سے یہاں الزام دینا صحیح نہیں۔ قاری ان دونوں جگہوں پر قراءت منقطع کرتا ہے چنانچہ وہ خود بھی قراءت ختم کر کے آمین کہتا اور درود پڑھتا ہے اور یہاں وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ بحکم وقف ما بہ عند انقطاع نفس ٹھہرتا ہے اور یہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ قاری نے ہنوز قراءت ختم نہ کی بلکہ اسے ابھی پڑھنا ہے اور خود جناب کو بھی یہ مسلم ہے چنانچہ خود آپ رقمطراز ہیں تو اگر علی النبی پر قاری بہ نیت قطع قراءت لوگوں کو حق نبی کہنے کا وقفہ دینے کی نیت سے وقف کرے تو یہی وقف قراءت وقف قطع بن جائے گا۔ اور جب آنجناب کو

بھی یہ تسلیم ہے کہ قاری نے قراءت منقطع نہ کی تو یقیناً قراءت سابقہ جاری ہے تو جب تک قراءت جاری ہے انصات و سکوت فرض ہے لقولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا الآیۃ اور جب قراءت جاری ہے تو اس وقفۂ قلیلہ کا اعتبار نہیں اور قراءت کے دوران سامع بولنے کا اختیار نہیں اور قاری کی طرف سے رخصت زنہار نہیں نہ اسے یارا دوران قراءت رخصت دینے کا اختیار واللہ تعالیٰ ہو الموفق وہو تعالیٰ اعلم۔

میں نے تعامل کا انکار نہیں کیا بلکہ مجھے حق نبی پر دعوی تعامل مسلم نہیں ہے۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

شب ۲۷ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

تصدیق :- مفتی محمد یامین صاحب رضوی مراد آبادی

ہذا حکم المفتی المطاع حقیق بالاتباع

محمد یامین الرضوی المراد آبادی

دار الافتاء جامعہ حمیدیہ رضویہ۔ مدنپورہ بنارس

نو عمر صاحبزادے کی عقل "سلیم" اب بھی مسئلہ سمجھنے سے قاصر رہی۔ تو انہوں نے ایک بار پھر سوال قائم کیا اور حضرت کو بھیجا اور ایک بار پھر اپنی کم علمی اور ناقص العقلی کا اعتراف کرنے کے ساتھ اپنی بے ادبی اور گستاخی کی حرکت کا اعتراف بھی کیا۔

مخدومی و مطاعی دامت برکاتہم العالیہ

جلسہ سے آنے کے بعد رات کو آپکی تحریر پر

غور کرتا رہا۔ اس ناقص عقل میں ایک خدشہ یہ بھی پیدا ہوا کہ قرآن نے قرأت میں ۲ دو حکم مرتب فرمائے ہیں۔ ایک استماع کا دوسرا انصات کا۔ اگر آنجناب کے ارشاد کو تسلیم کرتے ہوئے سکوت کے اس وقفہ کو بھی قرأت میں شمار کیا جائے تو قرآن کے ایک حکم انصات پر توعمل ہو جائے گا لیکن دوسرے استماع کے حکم پر عمل کس طرح ممکن ہوگا۔؟ یا تو معاذ اللہ قرآن کا ایک حکم لغو اور ناقابل عمل ہو جائیگا' یا پھر تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی جو عقلاً اور نقلاً محال ہے؟ ــــــ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ مذکورہ بالا آیۂ شریفہ میں شرط قرأت حکمی نہیں بلکہ حقیقی ہے اور اذا فات الشرط فات المشروط کے تحت قرأت حقیقی کے انتفاء پر استماع اور انصات والے مشروط بھی منتفی ہو جائیں گے؟

ایک چیز اور قابل غور ہے کہ آیۂ مذکورہ بالا میں استماع اور انصات دونوں حکموں کو واو کے ساتھ ذکر کیا ہے جو جمع کے لئے آتا ہے۔ لہٰذا اگر استماع محقق نہیں ہوگا تو انصات بھی ضروری نہیں رہیگا "نائی عن المنبر" کا جزئیہ اس کی سب سے بڑی دلیل ہے جہاں قرأت حقیقی کے باوجود استماع نہ ہونے کے سبب انصات کا حکم بھی ضروری نہیں رہا۔

"کمافی العنایۃ علی الہدایۃ وقال بعضہم
قرأۃ القرآن اولٰی وھو اختیار الفضلی
لان الامر بالانصات انما کان لاجل الاستماع
للتدبر وحیث فات ذالک لیقرء القرآن

احراز الثواب، وکذا فی فتح القدیر انہ السکوت
للاستماع لا مطلقاً وحاصل الاستدلال
بالآیۃ ان المطلوب امران الاستماع
والسکوت فیعمل بکل منہما"

(فتح القدیر وعنایہ شرح ہدایہ ج ص ۲۴۱)

امید ہے اس بے ادب کی ان گستاخانہ حرکتوں کو درگزر فرماتے ہوئے آنحضرت اپنے مشفقانہ کلمات سے سرفراز فرمائینگے۔

محمد زبیر نقشبندی
یکم جولائی ۱۹۸۹ء

حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں چونکہ اس وقت چونکہ کراچی جا رہے تھے چنانچہ آپ نے دار العلوم احسن البرکات کے نائب مفتی فاضل نوجوان ابو الوفا مولانا سید محمد عظمت علی شاہ صاحب نوری سے فرمایا کہ مولانا آپ ان کو فوری جواب لکھیں فقیر انشاء اللہ کراچی جاکر مفصل جواب لکھے گا۔

چنانچہ مولانا سید عظمت علی شاہ صاحب نے مولوی محمد زبیر نقشبندی کو جو عالمانہ جواب دیا وہ بھی نذر قارئین ہے۔

اس جواب میں فاضل نوجوان نے محمد زبیر نقشبندی کے علم کی نہ صرف دھجیاں بکھیر دیں بلکہ ان پر چند اعتراض بھی وارد کر دئیے ملاحظہ ہو۔

صاحبزادے کو مولانا سید محمد عظمت علی شاہ کا جواب

برادرم مولانا محمد زبیر صاحب زیدحبہٗ

سلام مسنون

محترم المقام حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قبلہ دامت برکاتہم کی تقریر پر آپ نے اپنے مکتوب کے ذریعے جو اشکال پیش کیا حضرت اس کا جواب کراچی جاکر لکھیں گے تاہم حضرت نے فقیر سے فرمایا تھا کہ میں اس کا جواب لکھدوں ۔ چنانچہ حضرت کے حکم پر فقیر نے چند سطور تحریر کی ہیں جو آپ کے علم میں اضافہ کے لئے پیش خدمت ہیں ۔

آپ نے اپنے مکتوب میں سوال قائم کیا کہ "قرآن نے قراءت پر دو حکم مرتب فرمائے ہیں ایک استماع کا دوسرا انصات کا اگر وقفہ کو بھی قراءت ہی شمار کیا جائے تو قرآنی حکم "انصات" پر عمل ہوگا لیکن دوسرے استماع کے حکم پر عمل کس طرح ممکن ہوگا؟ ______ یا تو قرآن کا ایک حکم لغو اور نا قابل عمل ہو جائے گا یا پھر تکلیف ما لا یطاق لازم آئیگی جو محال ہے" تو واضح ہو کہ "وقفہ" کی صورت میں بھی دونوں پر عمل ممکن ہے ۔ یعنی انصات پر تو حقیقی صورت میں اور استماع پر حکمی صورت میں تو اس میں نہ تو کوئی حرج ہے اور نہ ہی کوئی محال لازم آیا اور نہ قرآن کریم کا کوئی حکم لغو ہوا (و امثالہ کثیرۃ فتدبر) آپ نے لکھا کہ آیۂ مذکورہ بالا میں استماع اور انصات دونوں حکموں کو واؤ کیساتھ

ذکر کیا جو جمع کے لئے آتا ہے لہٰذا اگر استماع متحقق نہیں ہوگا تو انصات ضروری نہیں رہے گا اس کی تائید میں آپ نے نائی عن المنبر کا جزئیہ پیش کیا ۔ لیکن اس کے ساتھ عنایہ کی عبارت ادھوری پیش کی ہے حالانکہ اصول تحریر کے مطابق آپ پر لازم تھا کہ آپ پوری عبارت نقل فرماتے رہا یہ مسئلہ کہ اگر استماع متحقق نہ ہو تو حکم انصات نہ صرف عین ممکن بلکہ لازم ہے ۔ چنانچہ کافی شرح وافی میں ہے ۔

الاحوط السکوت لانہ مامور بالاستماع والانصات اذا قرب من الامام وعند البعد ان لم یقدر علی الاستماع فقد قدر علی الانصات فیجب علیہ ۔

آپ کا یہ فرمانا کہ استماع متحقق نہیں ہوگا تو انصات بھی ضروری نہیں رہے گا کافی کی مذکورہ بالا عبارت سے باطل ہو جاتا ہے اس لئے کہ دور ہونے کے سبب استماع پر اگرچہ قادر نہیں صرف انصات پر قادر رہے تو ایسے شخص پر انصات ہی واجب ہے اب عنایہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے جسے آپ نے نقل نہیں کیا ۔

"واما اذا کان نائیاً عنہ بحیث لا یسمع الخطبۃ فقد اختلفوا فی أن قراۃ القرآن اولی ام الانصات روی عن محمد بن سلمۃ انہ قال الانصات اولی وھو اختیار الکرخی وقد اختارہ المصنف لان المامور بہ عند قراءۃ القرآن شیئان الاستماع والانصات فاذا تھیأ لہ العمل باحدھما عمل امتثالاً للامر بحیث الامکان وقال بعضھم قراۃ القرآن

ادنی وھواختیار الفضلی لان الامر بالانصات
انما کان لاجل الاستماع للتدبر وحیث فات
ذلک لیقرء القرآن احراز الثوابہ ۔ (عنایہ)

آپ نے یہ تمام عبارت اڑادی جو اصول تحریر کی خیانتوں میں سے ایک ہے اور مرجوح قول کو نقل کردیا جبکہ پہلے قول کی موافقت میں امام کرخی کے ساتھ خود مصنف علیہ الرحمۃ بھی ہیں اور آپ کے پیش کردہ قول میں صرف فضلی ہیں جس کو صاحب عنایہ نے "قال بعضھم" سے بیان کیا پھر آپ نے فتح القدیر کی عبارت بھی مکمل تحریر نہیں فرمائی صرف درمیانی عبارت کو لیا جو آپ کے مطابق تھی ۔ حالانکہ دیانت تحریر یہ تھا کہ مکمل عبارت نقل کی جاتی اور ساتھ ہی صاحب فتح القدیر نے جو نتیجہ اخذ کیا اس کو بھی ملاحظہ کیا جاتا تو فاضل مقرر حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب کی تقریر پر اشکال نہ ہوتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا ذیل میں پوری عبارت اور صاحب فتح القدیر کا نتیجہ پیش خدمت ہے ۔

(قولہ النص) یعنی قولہ تعالی واذا قرئ القرآن
فاستمعوا لہ وانصتوا ـــــ والانصات لا یخص
الجھریۃ لانہ عدم الکلام لکن قیل انہ
السکوت ـــ للاستماع لا مطلقاً ۔ وحاصل الاستدلال
بالآیۃ ان المطلوب امران الاستماع والسکوت
فیعمل بکل منھما والاول یخص الجھریۃ
والثانی لا ـــــ فیجری علی اطلاقہ
فیجب السکوت عند القراۃ مطلقاً ۔ (فتح القدیر)

صاحب فتح القدیر ارشاد فرماتے ہیں کہ انصات قراءت جھریہ کے ساتھ خاص نہیں ہے اس لئے کہ عدم کلام ہے لیکن کہا گیا (قیل) جو کہ عام طور پر ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ سکوت استماع کے لئے ہے نہ کہ مطلقاً اور استدلال آیۃ سے حاصل یہ ہے کہ مطلوب دو امر ہیں استماع اور سکوت تو ان میں سے ہر ایک پر عمل کرے گا اسکے بعد مصنف نتیجہ اخذ فرماتے ہیں کہ سکوت عند القراۃ مطلقاً واجب ہے اور مسئلہ ما بہ النزاع حکماً قراءۃ ہے کما مَرَّ ۔ علاوہ ازیں صاحب فتح القدیر نے فصل القراءۃ میں کذلک فی الخطبۃ کے تحت ارشاد فرمایا کہ احوط قول یہ ہے کہ سکوت اختیار کرے اور لکھا کہ ۔

ھذا اذا کان بحیث لیستمع فاما النائی فلا روایۃ
فیہ من المتقدمین واختلفوا المتاخرون
والاحوط السکوت یعنی عدم القرأۃ والکتابۃ
ونحوھا کلا لکلام المباح فانہ مکروہ فی المسجد
فی غیر حال الخطبۃ فکیف فی حالھا ـــــ

اور اس کی مثال یہ ہے کہ مسجد میں مباح کلام خطبہ کی حالت کے علاوہ بھی مکروہ ہے اور پھر خطبہ کی حالت میں بدرجہ اولیٰ قرائت کی ممانعت ہے اور دوسرے مقام پر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ۔

لفرضیۃ الاستماع الا ان یقرأ الخطیب قولہ تعالی
یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ الآیۃ فیصلی السامع
فی نفسہ واختلفوا فی النائی عن المنبر والاحوط
ھو السکوت اقامۃ لفرض الانصات ۔ (ہدایہ)

یعنی محتاط چپ رہنا ہے تاکہ فرض انصات قائم ہوجائے یہاں بھی مصنف کے قول محتاط کو چھوڑ کر آپ نے قول ضعیف نقل کیا ہے جو آپ کو زیب نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں سامع کے بارے میں ہمارے ائمہ رضی اللہ عنہم مختلف ہیں۔ امام ثانی حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف بحالت خطبہ سکوت واجب ہے۔ قبل شروع، و بعد ختم، و بین الخطبتین دعا وغیرہ اور دینی گفتگو کی اجازت ہے۔ اور امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ خروج امام سے ختم نماز تک عند التحقیق دینی اور دنیاوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف اور جواب السلام بلکہ مخل استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آیت ہو، اگرچہ خطیب سے دور بیٹھا ہوا ہو کہ (نائی) یعنی خطبہ سننے میں نہ آتا ہو امام ثالث محرر المذہب محمد ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ بین الخطبتین میں امام اعظم کے، اور قبل اور بعد میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔ در مختار میں ہے۔

اذا خرج الامام من الحجرۃ والا فقیامہ للصعود
شرح المجمع فلا صلاۃ ولا کلام الی تمامھا ولو
تسبیحاً او رد سلام او امر المعروف بلا فرق بین
قریب و بعید وقالا لا باس بالکلام قبل
الخطبۃ و بعدھا واذا جلس عند الثانی والخلاف
کلام یتعلق بالاخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعاً۔

امام اہلسنت کے نزدیک تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے۔ اس تحقیق کی بنا پر حاصل کلام یہ ہے کہ مقتدی دل میں دعا مانگے کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلا شبہ جائز ہے مذکورہ بالا

تین اقوال میں امام ابو حنیفہ کا قول مفتی بہ ہے۔ جب امام خطبہ کے لئے چلے تو سلام و کلام یہاں تک کہ جواب سلام اور امر بالمعروف کو بھی منع کیا گیا ہے (فتاوی رضویہ) الحدیقۃ الندیۃ میں ہے۔

قال فی النہایۃ اذا کان بحیث لا یسمعھا
روایۃ فیہ من اصحابنا فی المبسوط وقد
اختلف المشائخ المتاخرون فیہ فعن محمد بن
سلمۃ الانصات اولی وعن نصیر بن یحیی
انہ کان بعید او کان یحرک شفتیہ بالقرآن
وفی العنایۃ ان الانصات مختار الکرخی
وصاحب الھدایۃ وقال بعضھم القرآۃ اولی
وھو اختیار الفضلی۔

رد المحتار میں فیض سے ہے الاحوط السکوت وبہ یفتی قول بعض بھی ضعیف و نا معتمد ہے صحیح یہی ہے کہ دورو نزدیک سب پر سکوت واجب اور کتابت قراءت جمیع اعمال ناجائز (فتاوی رضویہ)

طحطاویہ میں زیر قول مذکور مراقی ہے۔

قولہ غیر ممتنعۃ المعتمد المنع۔ اعلحضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ اس کے بعد رقم طراز ہیں۔ واقول وحملہ کلام الکمال علی القریب لبعید کل البعد فان الکمال صرح بخلافہ کما سنسمعک نصہ

در مختار میں فیض علامہ کرکی سے ہے۔

لو کان بعیداً لا یسمع الخطبۃ ففی حرمۃ الکلام
خلاف کذا فی قراۃ القرآن والنظر فی الکتب

وعن ابی یوسف انہ کان ینظر فی کتابہ
ویصححہ بالقلم والاحوط السکوت وبہ
یفتی ۔

جواہر الاخلاطی میں ہے ۔

النائی عن الامام فی استماع الخطبۃ کالقریب
والانصات فی حقہ ۔

ھو المختار ہندیہ میں، تبیین الحقائق امام زیدی سے ھو الاحوط محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے ۔

ھو الاصح ۔ شرح نقایہ برجندی میں خزانہ سے ہے،

ھو الاولیٰ ہدایہ وایضاح الاصلاح میں ہے اختلفوا فی النائی عن المنبر والاحوط السکوت (زاد فی الھدایہ) اقامۃ لفرض الانصات ۔ ملتقی الابحر ومجمع الانہر میں ہے (النائی) ای البعید الذی لا یسمع الخطبۃ (والدانی) ای القریب (سواء) فی وجوب الاستماع والانصات امتثالاً للامر تنویر میں ہے (البعید عن الخطیب (القریب سیّان) فی افتراض الانصات انہیں میں ہے یجب علیہ ان یستمع ویسکت (بلا فرق بین قریب وبعید) فی الاصح محیط کنز الدقائق وبحر الرائق میں (النائی کالقریب) ھو الاحتیاط ۔ الغرر والدرر میں ہے (البعید) عن الخطیب (کالقریب) فی وجوب الاستماع والانصات ۔

عبارت سابقہ سے تو واضح تھا ہی کہ سننا جو فرض ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہوں، ورنہ کھانا، پینا، چلنا گردن پھیر کر دیکھنا کیوں حرام ہوتا،

کہ ان میں کونسا کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے بلکہ اس کے یہ معنی کہ ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو ۔ اور دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو ۔ مگر ان عبارات لاحقہ نے اور بھی واضح تر کر دیا کہ سراپا تمام اعضاء سے اسی طرف متوجہ رہنا خود واجب ہے کہ بعید کے لئے کان میں آواز بھی نہیں مگر قول صحیح و معتمد و مختار و مفتیٰ بہ یہی ہے کہ اسے بھی اور اعمال میں مشغولی حرام ہے ۔

یہ تمام حقائق نائی عن المنبر کے بارے میں ہیں جو خطبہ نہیں سن رہا اس میں بھی تمام متقدمین علماء کے نزدیک مفتیٰ و مختار قول سکوت ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا لہٰذا قریب والا شخص جو قرأت قرآن سامنے بیٹھا ہوا سن رہا ہے اس کے لئے بدرجہ اولیٰ سکوت کا حکم ہوا، استماع خطبہ سے زیادہ مؤکد استماع قرآن کا حکم ہے اس لئے کہ خطبہ میں تو انسانی کلام بھی ہے اور آیت قرآن کے علاوہ صحابہ و تابعین کا ذکر بھی ہوتا ہے ۔ لیکن قاری تو صرف کلام اللہ تلاوت کرتا ہے اس لئے اس کا استماع زیادہ مؤکد ۔ فتدبر ۔

(سید محمد عظمت علی بن سید محمد بشارت علی)
۳ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

مولوی محمد زبیر سے ان باتوں کا جواب تو بن نہ پڑا لہٰذا وہ اپنی وہی راگنی الاپتے رہے ۔ بلکہ انہوں نے اس علمی گفتگو کے جواب میں اپنے ایک سابق طالبعلم کے نام سے لفظی بحث کی اور نہایت غیر مہذب اور غیر شریفانہ طریقہ سے اپنی کم علمی کا ماتم کرتے ہوئے جو کچھ لکھا وہ قارئین کے سامنے حاضر ہے ۔

صاحبزادے کا جواب

۸۶ - ۹۲ء

۸ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

عزیزم مولوی عظمت علیشاہ صاحب
السلام علیکم

حق نبی کے سلسلے میں۔۔۔۔۔صاحبزادہ۔۔۔۔۔محمد زبیر۔۔۔۔ نے حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب مدظلہ کو جو اعتراضات روانہ فرمائے تھے ان میں سے چند ضمنی سوالات کے جوابات دینے کی جو آپ نے سعی لاحاصل کی ہے وہ نظر سے گذری۔

حقیقت تو یہ ہے کہ۔۔۔۔صاحبزادہ صاحب کا حضرت قبلہ مفتی صاحب سے جو کئی بار تحریری دلائل کا تبادلہ ہوا ہے وہ پوری بحث آپ کے سامنے نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو آپ اصل بحث کو سمجھ سکے اور نہ اصل دلائل سے واقفیت حاصل کر سکے یہی وجہ ہے کہ اصل بحث سے ہٹ کر ایک قول کو مرجوح ثابت کرنے کی لاحاصل طویل بحث میں آپ نے سارا زور لگا دیا اور صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالے اور اتنی سی بات نہیں سمجھ سکے کہ جو دعوی معتبر، صحیح احادیث، مفتی بہ اور مستند اقوال فقہا۔ اجماع اور تعامل سے ثابت کیا جا چکا ہو اس کی تائید میں بالفرض اگر کوئی مرجوح اور ضعیف قول بھی لایا جائے تو ایسی کوئی قیامت نہیں ٹوٹ پڑتی کہ آسمان سر پر اٹھا لیا جائے۔ بلکہ مذکورہ بالا امور سے موید ہونے کی بنا پر وہ

ضعیف قول بھی اس بنا پر قابل استدلال بن جاتا ہے۔ اصول حدیث اور اصول فقہ اگر آپ نے پڑھے ہوتے تو شاید اس قسم کا اعتراض آپ کبھی نہ کرتے۔ کیونکہ اصول حدیث کی رو سے ایک ضعیف حدیث موید بالتعامل ہونے کی وجہ سے قابل استدلال بن جاتی ہے۔
(کما صرح بہ الجصاص فی احکام القرآن وغیر واحد من المحدثین والاصولیین)

آپ کے علم میں اضافے کے لئے ایک مثال بھی پیش کئے دیتا ہوں دیکھئے طلاق الامۃ تطلیقتان وعدتہا حیضتان حدیث ضعیف ہے لیکن تعامل کے سبب قابل استدلال بن گئی ہے اور فقہا کا اس پر عمل ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔ صاحبزادہ۔۔۔۔نے تو مذکورہ مسئلے کو صرف تعامل سے نہیں بلکہ احادیث صحیحہ، محدثین اور فقہا کے راجح اور مفتی بہ اقوال، اجماع الغرض بہت سے دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کر کے حضرت قبلہ مفتی اختر رضا خاں صاحب کی خدمت میں ارسال کر دیا ہے اور اب ان کے جواب کا انتظار ہے۔ اگر دلائل کے مطالعہ کا آپکو شوق ہو تو ۔۔۔۔۔۔ کے دارالافتا سے کسی وقت آکر حاصل کر لیں۔

جہاں تک استماع حکمی کی تاویل کے ذریعہ حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب کے ایک سوال کا جواب دینے کی آپ نے کوشش کی ہے تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کروں گا کہ اس جواب کے چند سطور بعد آپ نے جو عربی عبارات بڑی دیانت داری کے ساتھ نقل فرمائی ہیں ان عبارات نے بھی آپ کے اس جواب کا قلع قمع

کردیا ہے اور آپ کی ساری جگر سوز کاوشوں اور کوششوں پر پانی
پھیر دیا ہے گویا اپنے ہاتھوں تراشیدہ مجسموں کو خود اپنے ہاتھوں آپ
نے دفن کردیا۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ اپنی اختراع اور ایجاد کا خود اپنے ہاتھوں
آپ نے گلا گھونٹ کر دوسروں کو الزام قتل سے بچالیا۔ ذرا غور تو فرمائیے کہ
ایک طرف تو آپ جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ استماع پر حکمی صورت
میں عمل ممکن ہے اور اسی کے ساتھ معتبر کتب فقہیہ کے مقتدر فقہا اور علماء
کے راجح اقوال آپ نقل کرتے ہیں جس میں کہیں لکھا ہے "ان لم یقدر علی السماع"
کہیں درج ہے "فاذا تھیأ لہ العمل باحدھما عمل امتثالا للامر بحیث
الامکان" کہیں تو یہ ہے "والاول یخص الجھر والثانی لا"۔ کہیں لکھا ہے
"اقامۃ لفرض الانصات" یہ اور ان جیسی اکثر کتب معتبرہ و متداولہ
کی عبارات ماسوا چند نامکمل حوالوں کے آپ کے اس جواب کی تفسیر
رہی ہیں۔ کیا اتنے بڑے بڑے فقہا اور مجتہدین کی اکثریت کو استماع حکمی کا
جواب نہیں سوجھا؟ جو ان کو کبھی یہ کہنا پڑا کہ اگر استماع پر قدرت نہ ہو۔ کبھی
انہوں نے کہا کہ حتی الامکان اس حکم پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی،
کبھی انہوں نے کہا استماع فرض ہے جہر میں سر میں نہیں، کبھی کہا
کہ صرف انصات فرض ہے وغیرہ وغیرہ۔

اگرچہ ۔۔۔۔۔۔ صاحبزادہ ۔۔۔۔۔ کے ارشاد پر
اس بار یہ چند سطور بطور جواب قلمبند کر کے یہ ناچیز آپ کو ارسال
کررہا ہے بہرحال آئندہ اس مسئلہ کا جواب حضرت علامہ مفتی اختر رضا
خاں صاحب مدظلہ ہی کو دینے دیجئے۔ اور مسئلہ کو سمجھے بغیر خواہ مخواہ
آپ جواب دینے کی زحمت فرما کر تضیع اوقات نہ فرمائیں۔ بھلا جس

طالبعلم کو عربی اور اردو کی عبارات بھی صحیح طریقے سے نقل کرنی نہ آتی ہوں
جو محترم کو متحرم، تحیأ کو تیھا، احوازاً کو احزاز، شمس الائمہ کو شمس للائمۃ
البعید کو البعید لکھے اور جس کو مفتی اور مفتیٰ بہ، درمختار اور ردالمحتار
کے درمیان فرق کا پتہ نہ ہو وہ ایک باریک بحث کو کیا سمجھے گا پھر جواب
تو بہت دور کی بات رہی۔ خیر آپ تو اپنی جگہ مگر افسوس تو اس بات
پر ہے کہ جن فاضل اصلاح نگار نے اس تحریر پر جابجا اپنے قلم سے درستگیاں
فرمائی ہیں وہ بھی ان سنگین غلطیوں پر مطلع نہ ہوسکے اور ان کی اصلاح نہ فرما
سکے۔

والسلام

(..............)
شعبۂ افتاء رکن الاسلام جامع مجددیہ
ہیر آباد حیدرآباد

حضرت مولانا سید عظمت شاہ نے اس ہذیان
نامہ کے جواب میں صاحبزادے کو ایک بار پھر لکھا کہ اصل بحث
سے منہ نہ موڑیں اور دلائل سے بات کریں۔ (ملاحظہ ہو)

۷۸۶

۱۳ جولائی ۱۹۸۹ء

برادرم مولینا محمد زبیر صاحب
سلام ورحمت
آپ نے حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب کی
تقریر پر جو اعتراض قائم کیا تھا فقیر نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے چند سطور

تحریر کی تھیں لیکن آپ نے اس کا جواب دینے یا دلائل کو رد کرنے کی بجائے فقیر کا جواب ایک ناپختہ کے حوالے کر دیا جس نے بزعم خود فقیر کی علمی بے مائیگی کا ماتم شروع کر دیا حالانکہ جو کچھ ان کی تحریر سے ظاہر ہو رہا ہے وہ خود ان کی معلوم نہیں ہوتی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صاحب جوش خطابت میں بے قابو ہوئے جا رہے ہیں اور یہ ان کے محرر ہیں ورنہ وہ زبان ایسی استعمال نہ کرتے۔ جو زبان انہوں نے جواب میں اختیار کی ان کا اتنا کیا قصور انہیں تو ابھی یہ بھی معلوم نہیں کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔

کاش کہ (۔۔۔۔۔۔۔۔) کے لکھے ہوئے جواب کو آپ بھی ملاحظہ فرما لیتے جو سوائے مہذب گالیوں کے کچھ نہیں تو شاید آپ خود شرمندہ ہو جاتے۔ بہر حال فقیر کے پیش کردہ دلائل و براہین میں سے ایک کا بھی جواب نہیں، اگر آپ کے پاس ان دلائل کا جواب ہو تو بیان کریں۔ جس طرح فقیر نے آپ کے ضعیف دلائل کا رد قوی دلائل سے کیا ہے (مولوی طالب علم۔۔۔۔) نے بڑی چرب زبانی اور اپنی لفاظی سے لفظی بحث میں الجھانے کی ناکام کوشش کی ہے دلائل کا جواب نہ دے کر اپنی علمی استعداد کے بھرم کو کھول دیا ہے۔ اور اپنے فن زور بیانی کو خود پاش پاش کر دیا ہے۔

اگر واقعی آپ نے احادیث صحیحہ اور مفتی بہ اقوال سے اپنا قول ثابت کیا ہے تو سامنے لائیں تاکہ ان دلائل کی بھی تحقیق ہو سکے قبل ازیں آپ کے سوال و جواب کو فقیر نے بغور ملاحظہ کیا ہے۔ اس میں نہ تو کوئی دلیل قرآنی ہے۔ اور نہ کوئی حدیث اور تعامل مسلمین کا جواب تو حضرت آپ کو دے ہی چکے ہیں ذرا سے تدبر سے کام لیتے

تو آپ سمجھ لیتے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین ط فقط والسلام

محمد عظمت علی

۱۳؍ جولائی ۱۹۸۹ء

صاحبزادے سے اس کا کوئی جواب بن نہ پڑا تو انہوں نے خاموشی اختیار کی اور اسی کو عافیت سمجھا۔

حضرت علامہ ازہری کا دوسرا تحقیقی جواب

۴۸۶/۹۲

الجواب:۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

جی ہاں قرآن نے دو باتوں کا حکم دیا ہے اور دونوں میں ہر ایک مامور بہ ہے بہ قدر امکان ہر حکم پر عمل لازم ہے اور یہ امر خود جناب کی پیش کردہ عبارت سے ظاہر ہے۔

صاحبزادے کی علمی بددیانتی

افسوس ہے کہ جناب نے عنایہ کی عبارت ادھوری نقل کی اور یہ جناب نے اپنی مطلب برآری کے لئے کیا بحمدہ تعالیٰ ہم نے عبارت دیکھ کر ہی پہلی نظر میں سمجھ لیا تھا کہ جناب نے کچھ عبارت لکھی اور کچھ چھوڑی ہے تاہم یہ حرکت علمی دیانت کے خلاف ہے بڑا افسوس کا مقام ہے کہ جناب نے قول مرجوح کو لے لیا جس کے مرجوح ہونے کا صاحب عنایہ نے قال بعضھم کہہ کر پتہ دیا اور اس سے پہلے جو لکھا اسے مختار کرخی و صاحب ہدایہ بتایا

یہی وہ قول ہے جسے آپ اڑا گئے اور ایک قول مرجوح (ناپسند اور رد کیا ہوا) نامقبول پر ساری چنائی چن دی۔

پوری عبارت

اب ہم سے سنئے پوری عبارت یہ ہے

"واما اذا کان نائیا عنه بحیث لا یسمع الخطبة فقد اختلفوا فی أن قراءة القرآن أولی ام الانصات روی عن محمد بن سلمة أنه قال الانصات أولی وهو اختیار الکرخی وقد اختاره المصنف لأن المأمور به عند قراءة القرآن شیئان الاستماع والانصات فاذا تهیأ له العمل باحدهما عمل امتثالا للامر بحسب الامکان وقال بعضهم قراءة القرآن اولی وهو اختیار الفضلی لأن الامر بالانصات انما کان لاجل الاستماع للتدبر وحیث فات ذلك لیقرء القرآن احرازا لثوابه اه"

یعنی رہی وہ صورت جبکہ آدمی منبر سے دور ہو کہ خطبہ نہ سنتا ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ قراءۃ القرآن اولی ہے یا چپ رہنا اولی ہے محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا چپ رہنا لازم ہے اسلئے کہ قراءۃ قرآن کے وقت دو باتوں کا حکم ہے ایک استماع اور دوسری چپ رہنا تو جب آدمی کو ایک پر عمل میسر ہے تو تعمیل حکم کیلئے اسپر عمل کرے۔

اور بعض کا قول ہے کہ تلاوت قرآن اولی ہے اور یہ قول فضلی کا مختار ہے اس لئے کہ چپ رہنے کا حکم سننے کیلئے ہے اور وہ ممکن نہیں تو، ثواب لینے کیلئے تلاوت کرے۔

اقول:۔ عنایہ کی عبارت میں الانصات اولیٰ (انصات (خموشی) اولیٰ ہے) افادۂ وجوب کے لئے اس لئے کہ اس حکم کی دلیل یہ دی کہ قراءۃ قرآن کے وقت دو باتوں کا حکم ہے اور امر وجوب کے لئے ہے اسی لئے صاحب ہدایہ پھر فتح نے اسے احوط (زیادہ احتیاط) فرمایا۔

ونصه "واختلفوا فی النائی عن المنبر والاحوط هو السکوت اقامة لفرض الانصات اه" (ہدایہ)

یعنی "نائی عن المنبر میں اختلاف ہے اور فرض انصات کو قائم کرنے میں احتیاط یہی ہے کہ خاموش رہے"

اور خود عنایہ سے گزرا کہ محمد بن سلمہ کے قول کو کرخی نے اختیار کیا اور وہی صاحب ہدایہ کا مختار ہے اور صاحب ہدایہ نے اسے احوط (زیادہ احتیاط) فرمایا تو یہ صاحب ہدایہ نیز فتح سے اس امر پر گویا تنبیہ ہوگئی کہ کلام محمد بن سلمہ میں جو انصات کو اولی فرمایا ہے اس سے مراد احوط ہے اور احوط پر عمل ضروری ہے فلیتنبه فتح القدیر کی عبارت یہ ہے۔

"قوله (وکذلك الخطبة) هذا اذا کان یسمع فاما النائی فلا روایة فیه عن المتقدمین واختلف المتأخرون والاحوط السکوت یعنی عدم القراءة والکتابة ونحوها کالکلام المباح فانه مکروه فی المسجد فی غیر حال الخطبة فکیف فی حالها ولأنه ان لم یسمع فقد یشوش بهمهمته علی من یقرب منه وهو بحیث یسمع وکذا الامام

لا یتکلم فی خلالہ لأن التکلم فی خلال الذکر المنظوم
یذھب بھاؤہ الخ"

صاحب فتح القدیر کی عبارت سے دوران قراءت وخطبہ ممانعت تلاوت وذکر وغیرہ کی دو وجوہ اور مستفاد ہوئیں پہلی یہ کہ اگر دوران تلاوت چپ نہ رہا بلکہ خود بھی تلاوت میں مشغول ہوا تو اس کی آواز اگرچہ آہستہ ہو دوسرے کے لئے جو قرآن سن رہا ہے تشویش کا باعث ہوگی لہٰذا اس وجہ سے بھی اسے دوران قراءت ذکر وغیرہ کی اجازت نہیں پھر اگر وہ قریب ہو تو ایسا کرنا اسے بالاتفاق ممنوع ہے اور اگر قاری یا خطیب سے دور ہو تو بر مذہب مختار اس صورت میں بھی اسے چپ رہنے کا حکم ہے تاکہ اس کی آواز سے ان کو تشویش نہ ہو جو قرآن وخطبہ سن سکتے ہیں اور کچھ بعید نہیں کہ اس مظنۂ تشویش سامعین (سننے والوں کی پریشانی کے گمان) کے پیش نظر نائی عن المنبر (منبر سے دور شخص) کو بالاتفاق چپ رہنے کا حکم ہو تو اگرچہ بعض فقہاء کے نزدیک نائی عن المنبر کو فی نفسہٖ قرآن پڑھنا جائز ہوگا مگر بالاتفاق دوسروں کی تأذی (تکلیف اور پریشانی) اور تشویش کی صورت میں تلاوت جائز نہ ہوگی اور چپ رہنا ہی لازم ہوگا۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ جب قاری کی قراءت سننے کا شرعاً اہتمام ہے کہ دور بیٹھنے والے کو بھی چپ رہنے کا حکم ہے تاکہ فریضۂ انصات (خاموش رہنے کا فرض) قائم رہے اور اس میں خلل نہ واقع ہو تو قاری کے بالکل قریب اس کی قراءت کے دوران کوئی ذکر اور وہ بھی نہایت بلند آواز سے کیونکر روا ہوگا دوسری وجہ کلام فتح سے یہ مستناد ہوئی کہ دوران قراءت وخطبہ خود قاری وخطیب کو تکلم ممنوع ہے اس لئے کہ یہ کلام مسلسل سامعین کے قلوب میں

زینت کو لے جائے گا اور جب اس وجہ سے خود قاری وخطیب کو دوران قراءت وخطبہ کسی کلام اجنبی کی اجازت نہیں تو سامعین کو کیونکر اجازت ہوسکتی ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ انصات کا حکم محض استماع کے لئے نہیں بلکہ حرمت قرآن کریم کو قائم رکھنے کے لئے بھی ہے اسی لئے دوران قراءت قرآن پڑھنے کی بھی اجازت نہیں کہ استماع کا حکم مطلق دیا ہے اور سکتات ووقفات کا استثنا کہیں نہیں فرمایا۔ اسی لئے ہمارے ائمہ کرام سکتات امام میں سبحنک اللھم پڑھنے کو منع فرماتے ہیں (دیکھیں فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۱۱۶) اسی لئے مقتدی کو حکم ہے کہ اگر امام سبحنک اللھم پڑھنا بھول جائے تو مقتدی سبحنک پڑھ لے بشرطیکہ امام سری نماز میں سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھ رہا ہو۔ افسوس ہے کہ جناب نے فتح القدیر کی عبارت بھی بے سوچے سمجھے لکھ دی اور اس میں اخفاء بعض سے کام لیا فتح القدیر میں " لکن قیل انہ السکوت للاستماع لا مطلقاً" حکایت اعتراض ہے اور اسے قیل سے تعبیر کرنا اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے پھر صاحب فتح نے اسے مقرر نہ رکھا بلکہ کلام ہدایہ ہی کو مقرر رکھا اور اسے مزید توضیح سے بیان فرمایا چنانچہ اس کے متصل فرمایا۔

"حاصل الاستدلال بالآیۃ ان المطلوب
أمران الاستماع والسکوت فیعمل بکل منھما"

اور اتنا ٹکڑا خود جناب نے بھی نقل کیا پھر اس کے متصل فرمایا۔

"والأول یخص الجھریۃ والثانی لا فیجری
علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القراءۃ مطلقاً"

یہ صاف صریح دلیل اس امر کی ہے کہ صاحب فتح القدیر کے نزدیک کلام ہدایہ میں مختار معتمد ہے کہ انہوں نے اس کے لئے آیۂ کریمہ کے اطلاق سے استدلال فرمایا اور یہ افادہ فرمایا کہ حکم انصات مطلق ہے کچھ جہری نمازوں کے ساتھ خاص نہیں اور یہ رسم المفتی میں مقرر ہو چکا ہے "التعلیل دلیل التعدیل" یعنی کسی مسئلہ پر دلیل قائم کرنا اسے اختیار کرنے کی دلیل ہے اور پھر اس عبارت سے استناد آپکو محض مضر ہے (دلیل لینا آپ کو نقصان دہ ہے) اور اس میں بفضلہ تعالیٰ ہمارے لئے حجت ہے کہ جب سری نماز میں مقتدی کو انصات کا حکم ہے تو قراءت جہری میں بدرجہ اولیٰ سامع کو انصات و سکوت لازم ہے اس لئے صاحب فتح نے آگے چل کر صاف تصریح فرمائی ہے۔

"ھذا اوفی کلام اصحابنا ما یدل علی
وجوب الاستماع فی الجہر بالقراءۃ مطلقا"

اپنی طرف سے مسئلہ گھڑ لینا

یہ اور اس سے پہلے جو گزرا وہ عبارتیں ہیں جنہیں آپ نے چھپایا انہیں دیکھ کر فرمائیے کیا سکتات قاری میں رخصت نکالنا اپنی طرف سے حکم گھڑنا ہے اور اس پر تعامل کا دعویٰ محض خلاف واقع ہے اور بالفرض ہو بھی تو ہرگز ایسا تعامل حجت نہیں کہ اجماع فقہا کے خلاف ہے کیا نہ دیکھا کہ شافعیہ جو قراءت فاتحہ کی اجازت نہیں دیتے بلکہ امام کو حکم دیتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اتنا وقفہ کریں کہ مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ لیں۔ کما صرح بہ فی العنایۃ تو شافعیہ اور ائمہ حنفیہ کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ دوران قراءت تلاوت جائز نہیں تو قراءت کے درمیان کے وہ

وقفات قلیلہ قاطع قراءت نہیں لہذا سب کے نزدیک قراءت جاری ہے اور ظاہر ہے کہ ائمہ فقہاء کا اس اتفاق و اطباق میں مستند وہی آیت کریمہ "اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا" الآیۃ ہے۔

اور اس کا مفہوم ان تمام فقہا کے نزدیک وہی ہے جو فتح القدیر میں ارشاد ہوا کہ انصات کا حکم مطلق ہے تو انصات مطلقاً واجب ہے لہذا وقفات خلال قراءت قاطع قراءت نہیں اور ان وقفات میں تکلم کی رخصت نہیں تو ان میں تکلم نص قرآن کے خلاف ہے۔ اب اگر اس پر بالفرض تعامل ہو بھی جائے تو ہرگز مباح نہ ہوگا کہ تعامل نص کے خلاف محض نامعتبر اور جب فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ سے انصاتِ مطلق کا حکم مفہوم ہے تو آیت کا یہ مفہوم ہی نہیں کہ وقفات میں تکلم کی رخصت ہے اس لئے کہ اب قرأت نہیں ہو رہی ہے لہذا چپ رہنا فرض نہیں اور جب یہ مفہوم نہیں تو جو وقفات قاری کے درمیان تکلم سے منع کرتا ہے وہ مفہوم کتاب پر زیادتی کا مرتکب نہیں جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ اس کا حکم عین فقہاء کے حکم کے مطابق اور اس کی فہم ائمہ اعلام کی فہم سے موافق ہے وللہ الحمد۔

اقول:۔ وقفات میں تکلم کی رخصت کا وہم اس لئے ناشی ہوتا ہے کہ بعض اذہان میں یہ خیال راسخ ہے کہ قرآن نے تلاوت کو محض سننے کا دیا ہے اور انصات کا حکم اسی سماع کے سبب ہے اور وقفات میں تلاوت نہیں ہوتی لہذا سماع متحقق نہیں اس لئے انصات لازم نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے استماع کا حکم دیا ہے اور استماع سماع کے مغائر ہے اس لئے کہ استماع مصدر ہے باب افتعال کا اور اس باب کا خاصہ ہے طلب وسعی ماخذ لہذا استماع کا مطلب ہوا سعی سماع

اوراس کے پیش نظر استمعوا کا مطلب ہوا

اطلبوا سماعہ واسعوا السماعہ

یعنی قرآن سننے میں سعی کرو اور طلب وسعی سماع نام ہے قصدِ سماع کا اور قصد وارادہ فعل پر مقدم ہوتا ہے تولامحالہ قرآن نے قریبِ تلاوت سامعین کو پہلے ہی سے مستعد سماعت رہنے کا حکم دیا اور اس لئے کہ انصات بلکہ ہر مخل استماع سے باز رہنا لازم۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جب قاری تلاوت کے لئے مستعد ہو جب ہی سے سامع پر انصات فرض ہے وللہ الحجۃ السامیۃ وللہ الحمد۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ انصات کا حکم قراءۃ حقیقۃ" سے مشروط نہیں بلکہ قراءت سے پہلے بھی سماع کے لئے مستعد رہنے کے لئے انصات و سکوت لازم ہے اور نائی عن المنبر پر قیاس محض قیاس مع الفارق ہے۔ اور وہ جزئیہ جسے مقیس علیہ بنایا مفتی بہ نہیں واللہ تعالیٰ ھو الھادی وھو تعالیٰ اعلم۔ فقیر محمد اختر رضا خاں الازہری قادری غفرلہ

نزیل لاہور یکم ذوالحجہ سنہ ۱۴۰۹ھ

○ تصدیق حضرت مولانا مفتی محمد یامین رضوی۔ بنارس

الجواب ھو الجواب موقع الحق والصّواب

لامجال فیہ لریب المرتاب

وانا العبد الاوّاب الی اللہ التواب

محمد یامین الرضوی المرادآبادی ایدہٗ ذوالایادی ۲۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۰ھ

خادم جامعہ حمیدیہ رضویہ مدنپورہ بنارس
یوپی

محترم قارئین! چاہئے تو یہ تھا کہ صاحبزادے اس تحقیقی جواب کو سمجھتے اور پھر اپنے اعتراضات کے جوابات پانے کے بعد حق کو حق سمجھ کر اپنے مزعومات باطلہ سے رجوع کرتے اور" دوران قراءت کسی بھی نعرہ" کے اصرار پر زور بیان صرف نہ کرتے۔ مگر اوّلاً تو انہوں نے مولانا عظمت علی شاہ صاحب نوری کے تحقیقی جواب میں اٹھائے گئے ایک بھی سوال کا جواب نہ دیا اور روگردانی کی کہ ان کے پاس جواب تھا ہی کیا جو لکھتے۔ پھر ثانیاً صاحبزادے نے اپنے روایتی طاہری منہاجی دجل ومکر سے کام لیتے ہوئے خود ہی ایک سوال فرضی نام سے ترتیب دیا اور سوال میں یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ سوال کب اور کہاں پیدا ہوا، پھر خود ہی جواب دیا اور اپنے جواب میں قطعاً یہ ظاہر نہ کیا کہ مسئلہ حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ بحث کس سے ہوئی بلکہ علمائے اہل سنت کو یہ تاثر دیا کہ اس مسئلہ پر کچھ لوگوں نے جو اختلاف کیا ہے وہ عقائد اہلسنت سے متفق نہیں۔ اور اسی تاثر کے ساتھ مختلف علما سے اپنے جواب باطل پر تقاریظ لکھوائیں اس لئے کہ صاحبزادے جانتے تھے کہ اگر پورے مسئلہ کو حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری کے قول اور ان کے دلائل کے ساتھ پیش کر کے تقاریظ کے لئے بھیجا تو ایک عالم بھی ہرگز تقریظ نہ لکھے گا۔ پھر لطف یہ کہ بعض علماء نے جو اس بحث سے واقف تھے اپنی تقریظ میں حضرت علامہ ازہری قبلہ کا ذکر کیا بھی تو صاحبزادے نے اس کی کتابت ہی کٹوا دی اور جگہ خالی چھوڑ کر مضمون پورا کر دیا[۱]۔ بہر حال حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں نے چوتھی مرتبہ بریلی شریف پہنچ کر یہ جواب بھیجا جو ہدیۂ قارئین ہے۔

[۱]۔ دیکھیں رسالہ حق نبی ص ۴۲، ص ۵۲

صاحبزادے نے اپنے رسالہ بنام "حق نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جو دلائل دیئے ہیں انکا تذکرہ تو حضرت کے فتوی میں آ ہی جائیگا پہلے یہ جان لیں کہ اگر صاحبزادے کے ان دلائل کو درست سمجھ لیا جائے تو مندرجہ ذیل سترہ خرابیاں لازم آئیں گی۔

(۱) صاحبزادے کی دلیل صاحبزادے کے خلاف پڑ جائے گی

(۲) لازم آئے گا قرآن کریم پہلے پڑھا جائے اور اعوذ باللہ بعد میں

(۳) سماع اور استماع ایک ہی معنی میں ہو جائیں۔

(۴) عربی گرامر کے لحاظ سے متعدی باللام اور متعدی بنفسہ میں کوئی فرق نہ رہے!

(۵) صاحبزادے ایک بار پھر جواب کھانے کے مجرم ہو گئے

(۶) لازم آئیگا کہ تلاوت قرآن کے دوران بات چیت جائز ہو جائے

(۷) آیت قرآن کے خلاف لوگوں کا عمل معتبر ہو جائے۔

(۸) قرآن کے خلاف عقل و قیاس کی بات مانی جائے۔

(۹) نماز میں بھی "حق نبی" کا نعرہ جائز ہو جائے۔

(۱۰) صاحبزادے کی بے خبری اور مسائل کو چھپانے کا جرم ثابت ہو جائے۔

(۱۱) نبی کی خصوصیت کا حکم عام ہو جائے۔

(۱۲) بہت سی صریح احادیث کو چھوڑ کر ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے۔

(۱۳) صاحبزادے کے دعوی اور دلیل میں تعارض ہو جائے گا۔

(۱۴) ثابت ہوگا کہ قاری اور سامع میں امتیاز ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔

(۱۵) جہری قرات میں حق نبی نہ کہا جائے بلکہ سری میں کہا جائے

(۱۶) خطیب جب خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھ جائے تو بھی چپ رہنا واجب نہ ہوگا۔

(۱۷) کہ پورا فتوی ہی نمونہ جہل بن جائے۔

ان خرابیوں کی پوری تفصیل حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں مدظلہ کے اس آخری جواب میں موجود ہے جو ہر قاری کی سمجھ میں با آسانی آ جائیگا ـــــ اب حضرت کا محقق و مدلل جواب ملاحظہ ہو۔ جو انشاء اللہ مزعومات باطلہ کے رد میں آخری کیل ثابت ہوگا اور یہ ثابت ہوا کہ حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جائز، مگر عند القراۃ (دوران تلاوت قرآن) ناجائز ہے۔

جناب صاحبزادہ صاحب بعد ماھو المسنون

آپ کا مرسلہ مکتوب ہمراہ فتوی در بارۂ جواز حق نبی بنگام تلاوت قرآن ملا۔ چونکہ جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ

"اپنے دلائل پر مشتمل ایک مفصل تحریر منسلک ہذا ہے انشاء اللہ اس کے بعد آنحضرت کے تمام خدشات رفع ہو جائیں گے" اھ ملتقطا

جس سے صاف ظاہر ہے کہ میں آپ کے نزدیک شبہات سے متمسک ہوں اور آپ جواز "حق نبی" عند القراءۃ میں امور قطعیہ سے مستدل ہیں مگر جناب کے دلائل کے ملاحظہ سے آپ کے فتوی میں او وجوہ نظر نمایاں ہوئیں جو آپ کے بقول خدشات ہیں لہٰذا آپ کی بحیثیت مستدل ذمہ داری ہے کہ ان کو رفع فرمائیں۔ میں فتوی پر بحیثیت سائل نگارش کرتا ہوں

۱۔ آپ رقمطراز ہیں

"ایسا کرنا آیت مبارکہ واذا قراء[1] فاستمعوا لہ وانصتوا کے بھی کوئی خلاف نہیں کیونکہ یہ الفاظ اس وقفہ کے دوران ادا کئے جا رہے ہیں جس میں امام تلاوت نہیں کر رہا ہے بلکہ خاموش ہے جبکہ قرآن میں استماع اور انصات کو مشروط کیا گیا ہے واذا قراء کے ساتھ تو جب قراءت نہیں پائی گئی تو اذا فات الشرط فات المشروط کے تحت استماع اور انصات کا حکم بھی منتفی ہو جائے گا"

[1] کذا بالخطہ والصحیح کتابتہ' ھکذا قرئ (صاحبزادے نے قراء لکھا ہے ورنہ صحیح طریقہ قرئ ہے)

اس پر آپ سے گذارش ہے کہ ایسا کرنا آیت مبارکہ کے خلاف کیسے نہیں حالانکہ آیت مبارکہ میں وقفہ کا یہ حکم ارشاد ہوا جو جناب کے فتوی سے مستفاد ہوتا ہے کہ قاری کے وقفہ میں سننا فرض نہیں بلکہ تکلم مباح ہے اور جب آیت کریمہ میں اس حکم کا پتہ نہیں تو یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہوا کہ نہیں[1]

برتقدیر اول یہ مستند کتابوں سے بتائیے کہ نصوص شرع میں مفہوم مخالف حجت ہے! برتقدیر ثانی مفہوم مخالف سے استناد کیوں نہیں اور آیت کریمہ کا مفہوم اگر یہ قرار دیا جائے کہ قاری جب قرأت سے فارغ ہو جائے تو استماع اور انصات کا حکم نہیں اور اس سے کون امر مانع ہے اور جب اس سے کوئی مانع نہیں تو آیت سے یہ کیسے نکلا کہ وقفہ میں تکلم مباح ہے اس لئے کہ قراءت نہیں ہو رہی ہے۔

اگر مفہوم مذکور سے کوئی امر مانع ہے تو بتائیے ورنہ یہ تسلیم کرنے سے کوئی مفر نہیں کہ سامع کو استماع وانصات کا حکم اس وقت تک ہے جب تک قاری قراءت سے فارغ نہ ہو لے۔

اب بتاتے چلئے کہ قرآن کریم کے ارشاد کے بموجب جب تک قراءت جاری ہے اور بالکلیہ ختم نہ ہو سامع کو قاری کے وقفات میں بھی سکوت و سکون کا حکم ہے کہ نہیں؟

برتقدیر ثانی یہ مسلمہ امر کے خلاف ہے اور یہ دعوی اسی وقت ثابت ہوگا جب کہ آیت کریمہ میں استماع وانصات کے حکم کا انتفاء ختم قراءت پر موقوف نہ ہونا ثابت کردیا جائے۔

[1] جناب کے ساتھ مجارات کے طور پر عرض کیا ورنہ آیت کا یہ مفہوم سرے سے نہیں جیسا کہ ظاہر ہوگا اور پہلے بتا چکا ہوں۔

اور تقدیر اول پر کیا بالبداہت ثابت نہ ہوگا کہ قرآن کریم نے وقفات قاری کا اعتبار نہ کیا بلکہ قرآن کریم نے وقفات میں بھی استماع کا حکم بمعنی استعداد سماع صادر فرمایا اور مستعد قراءت کو بھی قاری فرمایا اور اس طرح وقفات قاری میں بھی استمرار قراءت کا افادہ فرمایا یہیں سے فقہاء فرماتے ہیں "المستعد للشئ کالشارع فیہ" اب بولئے وہ جو فرمایا تھا کہ "جب قراءت نہیں پائی گئی تو اذا فات الشرط فات المشروط کے تحت استماع و انصات کا حکم بھی منتفی ہو جائے گا۔"

خود آپ ہی کے تسلیم و اقرار سے باطل ہوا کہ نہیں۔ ضرور ہوا ولله الحجة السامية ولله الحمد.

ع۲ آپ ہی سے سیکھ کر کوئی یوں کہے آیۂ کریمہ "واذا قرأت القرآن فاستعذ بالله" میں استعاذہ کا حکم قراءت سے مشروط ہے تو جب قراءت نہیں پائی گئی تو اذا فات الشرط فات المشروط کے تحت قبل قراءت استعاذہ کا حکم بھی منتفی ہو جائے گا کیا یہ دلیل اسکی قابل قبول ہے اور اس کے پیش نظر استعاذہ کا حکم بعد قراءت دیا جانا صحیح ہوگا اور جمہور کا اجماعی ارشاد غلط قرار پائے گا یا اس کی یہ دلیل رد کر دی جائے گی۔ اگر شق ثانی کو اختیار کریں تو فرمائیں کہ آیۂ کریمہ۔

واذا قرئ القرآن فاستمعوا الآیہ

میں آپ کا استدلال مذکور رد کرنے کے قابل ہے کہ نہیں۔ نہیں تو کیوں نہیں حالانکہ اس دوسرے نے ہو بہو وہی طرز استدلال اپنایا جو جناب نے اختیار کیا۔

ع۳۔ اگر واقعہ یہی ہے کہ سکوت، قرائت بالفعل سے

مشروط ہے تو قرآن نے "واذا قرئ القرآن فاستمعوا له" کیوں فرمایا فاسمعوہ یا فاستمعوہ نہ فرمانے میں کیا حکمت ہے۔

ع۴ کیا جناب کے نزدیک استمعوا له اور اسمعوہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں ــ ہے تو کیا ہے اور نہیں تو کیوں نہیں حالانکہ اول الذکر باب افتعال سے اور متعدی باللام ہے اور آخر الذکر ثلاثی مجرد سے متعدی بنفسہ ہے۔

ع۵۔ استمعوا له اور اسمعوہ میں اگر کوئی یوں فرق بیان کرے کہ پہلا طلب استعداد للسماع پر دال ہے اور دوسرا السماع بالفعل کا حکم ہے تو یہ بات اس کی صحیح ہے یا غلط۔ غلط ہے تو کس دلیل سے

ع۶۔ پھر جب یہ مسلم ہو کہ آیت کریمہ میں سماع تلاوت کے لئے استعداد[1] کا حکم ہے اور استعداد نفس فعل سے پہلے ہوتی ہے تو بالضرورة ثابت ہوگا کہ قرآن کریم نے سماع سے پہلے اسکے لئے مستعد رہنے کا حکم دیا اور سماع' تلاوت کے مقارن[2] ہے اور دنوں کا زمانہ ایک ہے لہٰذ سماع سے پہلے جو استعداد متحقق ہوگی وہ تلاوت سے پہلے ہوگی اور بحکم فقہا کرام "المستعد للشئ کالشارع فیہ" مستعد سماع سامع قرار پائے گا اسی طرح مستعد قراوت، قاری پائے گا یا نہیں۔

ع۷ کیا اب بھی نہ کھلا کہ آیت کریمہ کا ارشاد مطلق ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ارشاد ہوا اور اس کی عبارت ہم پہلے اپنے جواب میں لکھ چکے اور جب حکم مطلق ہے تو انصات، حقیقت سماع

---

[1] تیار رہنا [2] ملا ہوا

اور استعداد سماع دونوں حالتوں میں ضروری ہے کہ نہیں ۔ ضروری ہے تو کیا اب بھی ظاہر نہ ہوا کہ استعدادِ سماع کے لئے قراءت کا متحقق ہونا کیا ضرور بلکہ قرائت کے لئے استعداد ہی کافی ہے اور شرعاً وعرفاً قاری کی یہی حالتِ استعدادی مصداقِ قرائت ہے اگرچہ ابھی قراءت نہ کرے اور اس حالت میں اس کے سکوت کا اعتبار نہیں نہ سکوت اس صورت میں اس پر قاری کے اطلاق سے مانع ہے بلکہ اسے، اس کی استعداد وارادۂ تلاوت کے سبب قاری ہی کہیں گے جیسا کہ "واذا قرأت القرآن" سے ظاہر ہے اور یہ باتیں ہمارے سابقہ جواب سے ظاہر تھیں مگر جناب نے اپنے فتوی میں ان کا کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا لہٰذا ہر نگ سوال ان کا اعادہ کیا گیا۔

سننے کیلئے تیار ہونا بھی سننا ہے

عـ٨ استعدادِ سماع کا حکم جب مفہومِ آیت ہونے کے لئے متعین ہوگیا تو آپ کے طور پر وقفہ تکلم کی اباحت آیت کریمہ سے کیسے مفہوم ہوگی؟ کیا استعدادِ سماع مستلزم سکوت وسکون نہیں اور تکلم اس کے منافی! اباحت کے مفہوم ہونے کی وجہ بتائیے اور جو کچھ کہیں اسے کتب مستندہ سے مبرہن کیجئے اور استعدادِ سماع کا مستلزم سکوت وسکون نہ ہونا اور تکلم کا منافی سکوت نہ ہونا ثابت کیجئے اور اس تقدیر پر کہ آیت میں استعداد سماع کا حکم ہونا مسلم ہو یہ ثابت کرنا محال ہے اور گفتگو بر تقدیر تسلیم ہے اور تسلیم نہ ہونے کی صورت میں وہی سوال عود کر آئے گا جو عـ۱ میں گزرا یعنی امر مانع بنانا پڑے گا اور وہ کیوں کر ممکن ہے جبکہ نفس آیت میں استعداد

سماع کا صریح مقتضیٰ موجود ہے جیسا کہ سابقہ نمبروں سے ظاہر ہے۔

عـ٩ استعدادِ سماع کا حکم آیت کریمہ نے سامعین کو دے کر دورانِ تلاوت تکلم سے اگرچہ وقفہ میں ہو منع فرما دیا۔ اور نہ صرف تکلم سے منع فرمایا بلکہ سماع کے سوا ہر کام سے ممانعت فرما دی اگرچہ محفل سماع نہ ہو مگر آپ تکلم کی کہ منافی استعداد سماع ہے رخصت دے رہے ہیں اور اس آیت کریمہ سے بزعم خویش ثابت جان رہے ہیں تو کیا معاذ اللہ آیۂ کریمہ ایسے مفہوم پر مشتمل ہے جو اس کے صریح سیاق سے معارض ہے۔ نہیں نہیں زنہار نہیں تو یہ مفہوم معارضِ صریحِ قرآنی آیت کریمہ کو آپ نے پہنایا یا نہیں۔

عـ۱۰ کیا نص کے خلاف تعامل معتبر ہے نہیں تو درمیان تلاوت تعامل مزعوم کیسے حجت ہوگا۔

عـ۱۱ کیا نص کے خلاف قیاس کی اجازت ہے نہیں تو نائی عن المنبر پر قریب قاری۔ بیٹھنے والے کو قیاس کرنا مع الفارق ہی نہیں بلکہ یہ نص کے مقابل قیاس بھی ہے اور یہ دوسری وجہ اس کے مردود ہونے کی ہے پھر قریب قاری وخطیب۔ بیٹھنے والے میں تو اختلاف ہی نہیں بلکہ تمام متقدمین ومتأخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے البتہ نائی عن المنبر میں ضرور اختلاف ہے اور اس میں ایک۔ قول مرجوح[1] جواز تکلم کا بھی ہے جسے آپ نے مستدل[2] بنایا ہے مگر یہ فکر نہیں کہ یہ قیاس مع الفارق کے ساتھ خرق اجماع بھی ہے پھر جب اس کے حق میں جو تلاوت وخطبہ سن سکتا ہو سکوت

ـ۱ ناپسند　ـ۲ دلیل

فرض ہونے پر اتفاق ہے تو رخصت تکلم پر تعامل کیسے ہوگیا۔

۱۲ آپ رقمطراز ہیں

" یہ الفاظ اس وقفہ کے درمیان ادا کئے جا رہے ہیں جس میں امام تلاوت نہیں کر رہا"

جناب کی اس عبارت میں لفظ امام اپنے حقیقی معنی پر ہے یا اس سے خطیب مراد ہے پہلی صورت میں عین نماز میں زور زور سے حق نبی کہنے کی اجازت نکلتی ہے حالانکہ مقتدیوں کو امام کی قراءت کے وقت مطلقاً سکوت کا حکم ہے اور اس میں آہستہ بھی کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں اور دوسری صورت میں خطبۂ وعظ میں اس کی رخصت معلوم ہوتی ہے اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس رخصت کو کلام فقہاء سے ثابت کریں نیز آیت کریمہ سے جو مفہوم آپ نے نکالا ہے اس کے متعلق بتائیں کہ یہ مفہوم ان احکام کے معارض تو نہیں جو مقتدی و سامع خطبہ کے فقہاء نے ارشاد فرمائے۔ نہیں تو کیوں نہیں اور ہے تو یہ مفہوم قطعاً انوکھا مفہوم ہے جس کی طرف فقہاء کرام کی فہم نہ پہنچی اب عوام فقہا کی پیروی کریں کہ جناب کی نیز یہ بھی بتائیے کہ خطبۂ وعظ کا حکم بھی جمعہ و عیدین کی مثل ہے یا جداگانہ۔ تقدیر ثانی پر سند فقہی پیش کیجئے ورنہ آپ کی یہ رخصت کیا رخصت[1] نہ ہوگئی اس لئے کہ دوران خطبہ استماع و سکوت و سکون کا حکم ہے اور زبان سے ذکر و درود حتی کہ امر بالمعروف بلکہ ہر مخل استماع کام منع ہے اس قدر پر اتفاق ہے اور ہمارے امام اعظم کے نزدیک امام جب خطبہ کے لئے آجائے جبھی سے ختم

۱؎ ختم نہ ہوگئی

نماز تک یہ باتیں منع ہیں چنانچہ درمختار میں ہے۔

" اذا خرج الامام من الحجرة ان کان والافقیامه للصعود شرح المجمع (فلا صلوة ولا کلام إلى تمامها) وان کان فیها ذکر الظلمة فی الاصح"

ردالمحتار میں ہے۔

" قوله (ولا کلام) أی من جنس کلام الناس أما التسبیح ونحوه فلا یکره وهو الاصح کما فی النهایة والعنایة وذکر الزیلعی أن الاحوط الانصات ومحل الخلاف قبل الشروع أما بعده فالکلام مکروه تحریما باقسامه کما فی البدائع بحر ونهر وقال البقالی فی مختصره واذا شرع فی الدعاء لا یجوز للقوم رفع الیدین ولا تأمین باللسان جهرا فان فعلوا ذلك أثموا وقیل اساؤا ولا اثم علیهم والصحیح هو الاول وعلیه الفتوی رملی اه"

پھر اسی ردالمحتار میں ہے۔

" قوله (إلى تمامها) أی الخطبة لکن قال فی الدرر لم یقل إلى تمام الخطبة کما قال فی الهدایة لما صرح به فی المحیط وغایة البیان أنهما یکرهان من حین یخرج الامام إلى أن یفرغ من الصلاة اه"

پھر درمختار میں ہے۔

" (وکل ما حرم فی الصلاة حرم فیها) أی فی الخطبة

خلاصة وغيرها فيحرم أكل وشرب وكلام
ولو تسبيحاً أو رد سلام أو أمر بمعروف بل
يجب عليه أن يستمع و يسكت (بلا فرق
بين قريب وبعيد) في الاصح والصواب أنه
يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم عند
سماع ولا يجب تشميت ولا رد سلام به
يفتى وكذا يجب الاستماع لسائر الخطب
كخطبة نكاح وخطبة عيد وختم على المعتمد"

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ دوران خطبہ بلکہ بر مذہب أصح و معتمد امام جب خطبہ کے لئے حجرہ سے باہر آئے یا منبر پر کھڑا ہونے کے لئے اٹھ جائے جبھی سے نماز و کلام بلکہ ہر کام موقوف اور شرعاً ممنوع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نیند جو اپنے اختیار میں نہیں وہ بھی مکروہ ممنوع ہے اور آدمی پر لازم ہے اسے مقدور بھر دفع کرے چنانچہ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں۔

"قوله (بل يجب عليه ان يستمع) ظاهره انه
يكره الاشتغال بكل بما يفوت السماع وان لم
يكن كلاما وبه صرح القهستاني حيث قال
اذ الاستماع فرض كما في المحيط او واجب
كما في الصلوة المسعودية أو سنة وفيه
اشعار بأن النوم عند الخطبة مكروه الا اذا
غلب عليه في الزاهدي ط قال في الحلية

قلت وعن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا
نعس أحدكم يوم الجمعة فليتحول من مجلسه
أخرجه الترمذي وقال حديث حسن صحيح اه"

نیز در مختار میں خطبہ کے دوران مؤذنوں کو جو عادت تھی کہ صحابہ کرام کے ذکر پر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے اور خطبہ سے پہلے لوگوں کو سکوت کا حکم کرتے اور حدیث پڑھتے تھے اسے ممنوع فرمایا ھذا نصہ

"واما ما يفعله المؤذنون حال الخطبة من
الترضي ونحوه فمكروه اتفاقا وتمامه في البحر
والعجب ان المرقي ينهى عن الامر بالمعروف
بمقتضى حديثه ثم يقول أنصتوا رحمكم الله
قلت الا ان يحمل على قولهما فتنبه اه"

نیز رد المحتار میں صعود منبر کے وقت درود شریف پڑھنے کی ممانعت کا مزید افادہ فرمایا چنانچہ اس میں ہے

"قوله (من الترضي) اعني الصحابة عند
ذكر اسماءهم وقوله ونحوه من الدعاء للسلطان
عند ذكره وكل ذلك بأصوات مرتفعة
كما هو معتاد في بعض البلاد كبلاد الروم ومنه
ما هو معتاد عندنا ايضا من الصلاة على
النبي صلى الله عليه وسلم عند صعود
الخطيب مع تمطيط الحرف والتنغم اه"

سننے کیلئے تیار ہونا اور سکوت

یہ دو کتابوں کی عبارات ہیں جو مسئلہ نزاعیہ پر پیش ہوئیں اگر دوسری کتب فقہیہ کی عبارات تحریر ہوں تو ایک دفتر ہو اور بفضلہٖ تعالیٰ انہی دو کتب کی عبارات سے حق خوب روشن و آشکار ہوا اور ان سے کھل گیا کہ

۱ ہر مذہب معتمدہ خطیب کے خطبہ کے لئے باہر آنے یا صعود منبر کے لئے قیام کے وقت اور عین صعود[1] کے وقت اتفاقاً لوگوں کو جو حکم استماع و انصات اور کلام اور ہر مخل استماع کام سے جو ممانعت ہے وہ بداہۃً استعدادِ سماع کے لئے ہے تو جو ہم نے مفہوم آیت کی تقریر اپنے گذشتہ فتویٰ میں اور اب گذشتہ نمبروں میں کی اسکی سند بحمدہ تعالیٰ کلام ائمہ کرام سے ظاہر و آشکار ہے تو عین حالت خطبہ و عین تلاوت میں بدرجہ اولیٰ استعدادِ سماع کا حکم ہے اور اس کے پیش نظر وہ سکوتِ قلیل قاری و خطیب کا ہرگز معتبر نہیں بلکہ وہ بہ حکم استعداد شرعاً و عرفاً عین سکوت میں قاری و خطیب ہی قرار پائے گا۔

۲ خطبہ نماز کی نظیر ہے بایں معنی کہ جس طرح نماز میں ہنگام تلاوتِ امام مقتدیوں پر استماع و انصات فرض ہے اور اس وقت انہیں ذکر و تسبیح و قراءت کی اجازت نہیں اگرچہ آہستہ ہو اسی طرح خطبہ میں بھی لوگوں پر استماع و سکوت فرض ہے اور اس کے دوران انہیں آہستہ بھی ذکر وغیرہ کی اجازت نہیں اور جب خطبہ قبل نماز ہے اور نماز میں تلاوت کی وجہ سے مقتدی کو ذکر و تسبیح و تلاوت سے باز رکھا گیا تو خارج نماز تلاوت کا بھی وہی حکم ہے جو خطبہ کا ہے لہٰذا جب تک تلاوت جاری ہے بلکہ جب قاری تلاوت کے لئے مستعد ہو اور

[1] چڑھنا

لوگ سننے کو بیٹھے ہوں اسی وقت سے تا فراغ قاری لوگوں پر ہمہ تن گوش ہو کر تلاوت سننا اور چپ رہنا اور ہر کام موقوف کر دینا فرض ہے جیسا کہ کتب فقہیہ اس کی تصریح سے مملوّ و مشحون ہیں۔ ولعلنا ان نذکر بعضھا[1] تو جو بعض معروف بہ علم و مشہور بہ افتاء نے خیال کیا اور دوران گفتگو پھر سے ظاہر کیا کہ خطبہ کے وہ احکام اس لئے ہیں کہ حدیث میں دوران خطبہ امر بالمعروف سے منع فرمایا اور سکوت کا حکم دیا ہے تو انکے طور پر یہ حکم خطبہ پر محصور ہے محض وہم اور تصریحات فقہا کے صریح خلاف ہے۔ فقہا خطبہ کو صاف صاف بلحاظِ تلاوت مثلِ نماز فرماتے ہیں کما مر عن الامر آنفاً اور خطبہ کو مثیلِ تلاوت[2] بناتے ہیں وقد مر من الھدایۃ وقولہ وکذلک (أی کالقراءۃ) الخطبۃ فتذکر۔

۳ ان عبارتوں سے بالخصوص ان کے اخیر جملوں سے تلاوت کے دوران سبحٰن اللہ وغیرہ کلمات تحسین کا جواب بھی ہو گیا اور اسپر تعامل مزعوم کا رد بھی ہو گیا تو مدعی جواز کا اس پر قیاس کرنا اور اس سے حجت لانا خود باطل کہ ان کلمات کا ہنگام قراءت وہی حکم ہے جو آیت درود کی تلاوت کے وقت حق نبی کہنے کا ہے وللہ الحجۃ السامیۃ وللہ الحمد۔

---

۱۳ اب آپ ان عبارتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ آپ نے یہ جو دعویٰ کیا کہ

"ایسا کرنا یقیناً جائز اور مباح ہے بلکہ بعض فقہاء
اور علماء نے اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کو مستحسن
اور مستحب تک فرمایا ہے"

[1] شاید ان میں سے کچھ ہم ذکر کر دیں [2] تلاوت جیسا

یہ اباحت وجواز حالت خطبہ وہنگام تلاوت ہے یا اس وقت ہے جبکہ خطبہ وتلاوت نہ جاری ہوں۔ پہلی صورت میں جناب کا دعوی تصریحات فقہا کے بالکل خلاف ہے تو دفع معارضہ کی فکر کیجئے اور پھر یہ تو بہت بعید ہے کہ جناب کو ان تصریحات کی خبر نہ ہو اور خدانخواستہ بے خبری کا یہ عالم ہے تو اس مسئلہ پر قلم اٹھانے سے پہلے ان تصریحات کو کیوں نہ دیکھا گیا اور اگر آپ کو خبر ہے اور واقعہ بھی غالباً یہی ہے تو ان تصریحوں کے ہوتے ہوئے یہ دعوٰی کہ:۔

"ایسا کرنا یقیناً جائز اور مباح ہے"

راستی کی کونسی صنف ہے اور ان تصریحوں کو چھپانے کو آپ کیا نام دینگے اور وہ کونسے فقہاء وعلماء ہیں جو بیک زبان ایسی متناقض باتیں کہہ گئے کہ خطبہ وتلاوت کے وقت استماع وانصات بھی فرض اور حق نبی کہنا بھی جائز اور اگر دوسری صورت ہے یعنی حق نبی وغیرہ کی اجازت اسوقت ہے جب خطبہ یا تلاوت نہ سنتے ہوں تو ہمیں کیا مضر اور آپ کو کیا مفید کہ گفتگو تو یہ چل رہی ہے کہ خطبہ یا تلاوت سننا اور چپ رہنا لازم ہے اور اس کے دوران بولنا اگرچہ آہستہ ہو منع ہے تو آپ کہ مدعی جواز ہیں دلیل دیں کہ سامع کو تلاوت وغیرہ کے دوران حق نبی وغیرہ کہنا جائز ہے۔ ھاتوابرھانکم۔ بینوا توجروا اور اگر آپ دلیل نہ دے سکیں تو یہ عبارتیں جو گزریں آپ پر حجت ہیں اور آپ نے جو احادیث واقوال پیش کئے ان کا وہی جواب ہے جو ہمارے اس سوال سے ظاہر ہے یعنی انہیں آپ کے دعوی سے مس نہیں تو آپ سامع کے حق میں ہنگام تلاوت وخطبہ، تکلم کی رخصت کیوں نہیں بتارہے ہیں۔

صاحبزادے کی چار احادیث

ص۱۳ میں آپ نے چار احادیث نقل فرمائیں تین احادیث سے تو وہ ثابت ہے جو آپ نے فرمایا کہ۔

"صورت مسئولہ کی طرح قرآن پاک کی تلاوت کے وقت وقف کے دوران مختلف الفاظ اور کلمات کا کہنا اور سننا......ثابت ہے۔"

ظاہر ہے کہ یہ قاری کے حق میں ہے اور سامع کا وظیفہ وہی سننا ہے تو قاری کے حق میں جو بات وہ سامع کو کیسے جائز ہوگی اور اس پر قیاس کیونکر درست ہوگا۔

پھر حدیث ۳ میں جس میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنوں کا قرآن سننا اور ان کا جواب دینا اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ سے یہ فرمانا کہ:۔

"کانت الجن اُحسن مردودا منکم"

مذکور ہوا اس سے استدلال تمام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ

(۱) پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ واقعہ عین میں عموم ہوتا ہے مگر آپ یہ ثابت فرمادیں تو یہ انوکھی تحقیق ہوگی جس سے فقہاء کرام کا دعوی کہ۔ واقعۃ عین لاعموم لھا باطل ہو جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

(۲) قرآن کریم کے ارشاد

"واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا"

اور دیگر احادیث مبارکہ جن میں دوران تلاوت سامع کو تلاوت وغیرہ سے منع فرمایا گیا (اور ہم انشاءاللہ چند احادیث اس جگہ لکھیں گے) آپ کی مذکورہ حدیث کے مخالف ہیں تو جب تک تعارض دور نہ ہوجائے

استدلال کیسے ہوگا۔

(۳) یہ بھی بتانا پڑے گا کہ جب محرم و مبیح مجتمع ہوں تو ترجیح کسے ہے محرم کو تو حجت ہماری قائم اور مدعٰی ہمارا ثابت اور مبیح کو ترجیح ہو جیسا کہ آپ کے استدلال کا مقتضی ہے تو فقہاء کرام کے قاعدہ مقررہ

"اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام"

سے تصادم ہوتا ہے پھر اس کا کیا تدارک ہے؟

(۴) یہ آیت کریمہ اور ان احادیث منورہ کے ہوتے ہوئے اس ایک حدیث غریب حسب تصریح ترمذی میں وہ قوت بھی نہیں کہ وہ آیۂ کریمہ کے مفہوم صریح اور ان متعدد احادیث صریحہ کے معارض ہو جائے کہ وہ قوت میں ان احادیث کے برابر بھی نہیں اور وہ احادیث کثرت کے لحاظ سے خود قوی ہیں پھر آیت کریمہ کا مفہوم صریح ان کا مؤید ہے یہ دوسری قوت ان احادیث کی ہے تو یہ حدیث آیۂ کریمہ اور دوسری متعدد حدیثوں کی حقیقت میں معارض ہی نہیں اگرچہ بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے اور یہ من حیث الروایۃ دوسری حدیثوں کے مقابل مضمحل ہے تو آیۂ کریمہ اور احادیث کثیرہ سے عدول اور اس روایت غریبہ پر اعتماد کیونکر روا ہے۔

(۵) حدیث کیا ہنگام تلاوت، رخصتِ تکلم میں ایسی ہی صریح ہے جیسی آیت کریمہ؟ اور دیگر احادیثِ منعِ تکلم و حکم استماع و سکوت میں صریح ہیں اور کیا اس حدیث میں صحابہ کو ہنگامِ تلاوت، زبان سے جواب دینے کا حکم موجود ہے یا یہ بات حدیث سے مفہوم ہوتی ہے برتقدیر اول بتانا پڑے گا کہ حدیث کے الفاظ میں حکم تکلم کہاں ہے؟

برتقدیر ثانی مفہوم اور منطوق میں تعارض ہے تو ترجیح کسے ہے مفہوم کو یا منطوق کو۔

(۶) حدیث کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ جنوں نے اے صحابہ تم سے بہتر جواب دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حسن جواب میں صحابہ جنوں کے شریک ہیں جیسا کہ اسم تفضیل کا مقتضی ہے اور صحابہ کا استماع و انصات قائم مقام جواب ہوا او بدلالت حدیث جواب حسن قرار پایا چنانچہ مرقاۃ میں علامہ علی قاری نے تصریح فرمائی۔

"نزل سکوتھم وانصاتھم للاستماع منزلۃ حسن الرد حیث جاء بافعل التفضیل ولرضحہ کلام الملک الخ..."

حدیث کا غلط ترجمہ

اب آپ بتاتے چلیں کہ حدیث میں صحابہ کے سکوت کو ناپسند کرنا کہاں سے نکلا جو آپ یوں گویا ہوئے کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم أحسن مردوداً منکم کے الفاظ سے نہ صرف یہ کہ اس انداز کی تحسین فرما رہے ہیں بلکہ آدمیوں کے سکوت سے ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے جنوں کے فعل کی تعریف کر کے آدمیوں کو اسی طرح کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں"

اگر واقعۃً اس وقت صحابہ سے جواب زبانی مطلوب تھا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صراحۃً حکم قولی کیوں نہ دیا پھر اس کے بعد بھی اس جیسے مقام میں سامعین کو زبان سے جواب

دینے کا حکم کیوں نہیں کیا بالجملہ جب تک یہ سوالات حل نہ ہولیں حدیث مذکور سے آپ کا استدلال خیال ومحال واللہ تعالیٰ الموفق وھوالھادی وبہ العصمۃ والعون۔

ہمارے دلائل کی دس حدیثیں

اب بعونہ تعالیٰ ہم وہ حدیثیں ذکر کریں جنکا ہم نے وعدہ کیا تھا۔

(۱) اسی مشکوٰۃ میں جس کی حدیث سے آپ نے اپنے مدعٰی پر دلیل چاہی حدیث ہے۔

"وعن ابن عمر والبیاضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المصلی یناجی ربہ فلینظر ما یناجیہ بہ ولا یجھر بعضکم علی بعض بالقرآن رواہ احمد"

یعنی حضرت ابن عمرو بیاضی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے تو وہ اس پر نظر رکھے جس کلام سے وہ رب سے مناجات کرتا ہے اور کوئی دوسرے پر آواز سے قرآن کی تلاوت نہ کرے۔

اس پر مرقاۃ علامہ علی قاری میں ہے۔

"والنھی یتناول من ھو داخل الصلاۃ و خارجھا قال الطیبی عدی بعلی لارادۃ

معنی الغلبۃ أی لا یغلب ولا یشوش بعضکم علی بعض جاھراً بالقراءۃ اھ والبعض أعم من مصل أو نائم او قارئ ثم وقولہ بالقرآن أی فضلا عن غیرہ فان ذلک یؤذی والایذاء لیس من شان المسلمین فضلاً عن المصلین فضلاً عن المقربین الخ"

یعنی حدیث کی ممانعت داخلِ نماز اور خارج نماز دونوں کو عام ہے طیبی نے فرمایا فعل کو "علیٰ" سے معنی غلبہ کے قصد کیلئے متعدی فرمایا یعنی ایک دوسرے پر آواز بلند قراءت کرکے غلبہ نہ کرے اور تشویش نہ ڈالے اور حدیث میں "بعض" نمازی اور سونے والے اور قاری سب کو عام ہے اور حدیث میں قرآن زور سے پڑھنے کی ممانعت ہے چہ جائیکہ قرآن کے سوا کوئی اور کلام اس لئے کہ ان سے ایذا ہوتی ہے اور ایذا مسلمانوں کی شان نہیں ہے چہ جائیکہ نمازیوں کی چہ جائیکہ قرآن پڑھنے والوں کی یہ شان ہو۔

اسی میں ہے۔

(۲) "عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إنما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ"

مرقاۃ میں ہے۔

"(واذاقرء) ظاهره الاطلاق ولذا قال (فانصتوا) أى اسكتوا ولم يقل فاستمعوا قال تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له أى حال الجهر وأنصتوا حال السر وهو ايضاً من ادلة أئمتنا"

نیز اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث اول ہے۔

"ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن وآواز بلند نکند بعضے از شما بر بعض، بقرآن چہ در نماز و چہ در غیر آں از مصلی و نائم و قاری و ذاکر تا موجب ایذا و تشویش نگردد و اجماع است بر آں کہ مکروہ است ماموم را جہر اگر چہ قراءت امام را نمی شنود۔

اسی میں زیر حدیث دوئم ہے۔

"فاذا كبر فكبروا واذا قرئ فأنصتوا" پس چوں تکبیر گوید امام تکبیر گوئید شما و چوں قراءت کند امام خاموش شوید شما و گوش نہید قراءت او را کہ متابعت در قراءت ایں است و خواند با وے مخالفت و نزاع کردن با وے و تشویش دادن است مر او را

علامہ سیوطی کی تفسیر سے

امام اجل جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ درمنثور میں آیۂ کریمہ، "واذا قرئ القرآن" کے تحت احادیث روایت کرتے ہیں ان میں سے

چند یہاں تحریر ہوتی ہیں۔

(۳) "أخرج إبن جرير وابن أبي حاتم وابو الشيخ و ابن مردويه وابن عساكر عن ابي هريرة فى قوله واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال نزلت فى رفع الاصوات وهو خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الصلاة۔"

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت لوگوں کے حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے آواز بلند کرنے کی بابت نازل ہوئی یعنی دوران تلاوت ذکر و قراءت سے سامعین کو منع کرنے کے لئے۔

(۴) "أخرج ابن مردويه عن ابن عباس قال النبى صلى الله عليه وسلم فقرأ خلفه قوم فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو لوگوں نے حضور کے پیچھے قراءت کی تو آیت نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو

(۵) "وأخرج ابن جرير عن الزهرى قال نزلت هذه الاية فى فتى من الانصار كان كلما قرء رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً قرأه

"فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا"
یعنی زھری سے روایت ہے فرمایا کہ یہ آیت انصار
کے ایک جوان کے بارے میں نازل ہوئی اُس کا
حال یہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قرآن سے کچھ تلاوت کرتے تو وہ ساتھ ساتھ پڑھتا
تو حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی
طرف کان لگاؤ اور چپ رہو۔

(۶) "اخرج ابو الشیخ عن ابن عمر قال کانت بنو اسرائیل
اذا قرأت أئمتهم جاوبوهم فكره الله ذلك لهذه
الأمة قال واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا
یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں
نے فرمایا کہ بنو اسرائیل اپنے ائمہ سے تلاوت میں منازعت
کرتے تھے (جب ان کے ائمہ تلاوت کرتے تھے وہ
بھی ساتھ ساتھ تلاوت کرتے تھے) تو اللہ تعالیٰ
نے اس امت کیلئے اس کو ناپسند فرمایا تو اللہ تعالیٰ
نے فرمایا جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو

(۷) "وأخرج عبد بن حميد وابن جرير وابو الشيخ
عن قتادة قال كانوا يتكلمون في الصلاة اول
ما أمروا بها كان الرجل يجيئ وهم في الصلوة
فيقول كم صليتم فيقول كذا وكذا فأنزل الله
تعالى هذه الآية واذا قرئ القرآن فاستمعوا

له وأنصتوا أمروا بالاستماع والانصات علم
أن الانصات هو أحرى وأن يستمع العبد
ولعيه ويحفظه علم أن لن يفقهوا حتى
ينصتوا والانصات باللسان والاستماع بالاذنين"
یعنی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں کو
جب پہلے پہل نماز کا حکم ہوا وہ نماز میں کلام کرتے
تھے آدمی آکر کہتا تم نے کتنی کتنی رکعتیں پڑھیں اور لوگ
نماز میں ہوتے تو دوسرا نمازی جواب دیتا اتنی اور
اتنی پڑھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ جب
قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو تو لوگوں کو سننے
اور چپ رہنے کا حکم ہوگیا' معلوم ہوا کہ چپ رہنا
زیادہ سزاوار ہے اس کا کہ بندہ قرآن سنے اور اسے
سمجھے اور یاد رکھے معلوم ہوا کہ لوگ ہرگز نہ سمجھیں گے
یہاں تک کہ خاموشی اختیار کریں اور چپ رہنا
زبان سے ہے۔ یعنی زبان سے کچھ نہ کہے اور سننا
کانوں سے ہے۔

(۸) "وأخرج ابن مردوية عن ابن عباس
في قوله واذا قرئ القرآن فاستمعوا له
وأنصتوا قال نزلت في رفع الاصوات
خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم
في الصلوة في الخطبة لانها صلوة قال

ومن تکلم یوم الجمعۃ والامام یخطب فلا صلوٰۃ لہ"
یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
ہے اللہ تعالیٰ کے قول واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ
وأنصتوا کے بارے میں فرمایا یہ آیت نماز میں
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے اور جمعہ کے
دن خطبہ میں سامعین کی طرف سے آواز بلند کرنے
کے سبب اتری اس لئے کہ خطبہ نماز ہے
ابن عباس نے کہا اور جو جمعہ کے دن بولے جب کہ
امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کی نماز نہیں۔

(۹) "وأخرج ابو الشیخ عن ابن جریج قال قلت لعطاء
ما أوجب الانصات یوم الجمعۃ کالانصات
فی القراءۃ سواء قال نعم"
یعنی ابن جریج نے فرمایا میں نے عطاء سے کہا
جمعہ کے دن خاموش رہنے کا حکم کس دلیل
سے واجب ہے انہوں نے فرمایا اللہ کا ارشاد
ہے جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو
انہوں نے کہا یہ لوگوں کے بقول نماز میں ہے اور
جمعہ میں بھی میں نے کہا کہ اور جمعہ کے دن چپ رہنا
نماز میں خاموشی کی طرح ایک برابر ہے؟ فرمایا ہاں۔

(۱۰) "وأخرج ابو الشیخ وابو حاتم عن ابن عباس
فی قولہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ الآیہ

قال فی الصلوٰۃ وحین ینزل الوحی عن اللہ
عزوجل"
یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا
اللہ تعالیٰ کے قول واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ
الآیۃ کے بارے میں کہ وہ نماز میں ہے اور
جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہو یعنی ان
وقتوں میں استماع وانصات وسکوت کا حکم ہے

فیصلہ ہوگیا اقول: علماء نے تو فرمایا ہی تھا العبرۃ لعموم اللفظ
لا لخصوص السبب یعنی اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ شان نزول کے
خصوص کا لہٰذا جس طرح نماز میں جب تلاوت ہو تو سکوت فرض ہے
احادیث سے بفضلہ تعالیٰ عموم لفظ وشمول حکم کی تائید ہوگئی ولا علیک من
قول ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

انما نزلت ھذہ الآیۃ واذا قرئ القرآن
فاستمعوا لہ وأنصتوا فی قراءۃ الامام اذا
قرأ الامام فاستمع لہ وأنصت لعدما سمعت
من ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ
لأن المثبت مقدم علی النافی ومن حفظ
حجۃ علی من لم یحفظ۔

دل میں کہنا جائز اور آیت کریمہ میں جو استماع وانصات کا حکم ہے
اسے بعد والی آیت نے اور مؤکد فرما دیا کہ ارشاد ہوا
"واذکر ربک فی نفسک الآیۃ"
یعنی اپنے رب کو اپنے جی میں یاد کرو

چنانچہ (۱۱) امام سیوطی اسی درمنثور میں اپنی سند سے ابن زید سے
روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا
کے بارے میں فرمایا یہ آیت اس صورت میں ہے جب امام نماز قائم
کرے تو اس کی قرائت سنو اور چپ رہو اور اے وہ شخص جو اس وقت
خاموش ہے تو اپنے رب کو جی میں یاد کرو وھذا نصہ۔

"واخرج ابن جرير وأبو الشيخ عن ابن زيد
في قوله واذا قرئ القرآن فاستمعوا له
وانصتوا واذكر ايها المنصت في نفسك
تضرعا وخيفة ودون الجهر من القول قال
لا تجهر بذلك"

نیز یہی امام ممدوح فتاوی حاوی میں فرماتے ہیں۔

"ان جماعة من المفسرين منهم عبد الرحمن
بن زيد بن اسلم شيخ مالك وابن جرير
حملوا الاية على الذاكر حال قراءة القرآن
وانه امر له بالذكر على هذه الصفة
تعظيما للقرآن أن ترفع عنده الأصوات
ويقويه اتصالها بقوله (واذا قرئ القرآن
فاستمعوا له وانصتوا) قلت وكانه لما أمر
بالانصات خشي من ذلك الاخلاد
إلى البطالة فنبه على أنه وان كان
مامورا بالسكوت باللسان إلا أن تكليف

الذكر بالقلب باق حتى لا يغفل عن ذكر الله
ولذا اختتم الآية بقوله (ولا تكن من الغافلين) اھ

یعنی مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں عبد الرحمن
بن زید بن اسلم استاذ امام مالک اور ابن جریر
ہیں، آیت کریمہ واذکر ربک فی نفسک کو تلاوت
قرآن کے وقت ذکر کرنے والے پر محمول کیا اور
افادہ فرمایا کہ اسے ہنگام تلاوت حکم ہے کہ وہ
ذکر قلبی کرے قرآن کی تعظیم کیلئے کہ اس کی
تلاوت کے وقت آوازیں بلند نہ ہوں اور
اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ یہ آیت
اللہ تعالیٰ کے قول واذا قرئ القرآن فاستمعوا له
وأنصتوا سے متصل ہے۔

میں کہتا ہوں اور گویا جب خاموشی کا حکم ہوا تو
اندیشہ ہوا کہ لوگ یاد الٰہی سے فارغ و غافل
ہو کر نہ بیٹھ جائیں تو متنبہ فرمایا گیا کہ اگرچہ بندہ
زبان سے کچھ نہ کہنے پر مامور ہے مگر ذکر قلبی
کی تکلیف باقی ہے۔ تاکہ بندہ یاد الٰہی سے
غافل نہ ہو اسی لئے آیت کے اخیر میں فرمایا کہ
ولا تكن من الغافلين غافلوں سے نہ ہو جانا"

فتاوٰی خیریہ میں ہے۔

"ولبعض شيوخ مالك وابن جرير وغيرهما

حملوا الآیۃ علی الذکر حال قراءۃ القرآن
تعظیماً لہ یدل علیہ اتصالہا بقولہ الخ"

نیز درمنثور میں ہے۔

"وأخرج ابوالشیخ عن عثمان بن زائدۃ انہ
کان اذا قریٔ علیہ القرآن غطی وجہہ
بثوبہ ویتأول من ذلک قول اللہ عزوجل
واذا قریٔ القرآن فاستمعوا لہ وأنصتوا فیکرہ
ان یشغل بصرہ وشیئاً من جوارحہ لغیر استماع
یعنی ابوالشیخ نے عثمان بن زائدہ سے روایت کی
کہ جب ان کے پاس قرآن کی تلاوت ہوتی تو کپڑے
سے وہ اپنا منہ چھپا لیتے تھے اور اس عمل کیلئے
اللہ تعالیٰ کے قول واذا قریٔ الآیۃ جب قرآن
پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو کو دلیل بناتے
تھے تو انہیں یہ پسند نہ تھا کہ سننے کے سوا کسی
کام میں اپنی آنکھ اور اعضاء جسم کو مشغول رکھیں"

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ استماع قرآن مطلقاً فرض ہے، اور دورانِ تلاوت زبان سے ذکر و تسبیح بلکہ خود تلاوت بھی منع ہے کہ منافی تعظیم قرآن ہے لہٰذا لوگوں کو ہر کلام و کام سے ممانعت ہے اور شرع کو قرآن کی ایسی تعظیم مطلوب ہے کہ دورانِ تلاوت سامعین سے تو سننا اور چپ رہنا اور ہر مخل استماع کام سے بعض رہنا مطلوب ہے ہی، قاری کے لئے بھی یہی افضل ہے کہ دورانِ تلاوت وہ سوائے

قرآن کے کوئی اور بات نہ کرے تاکہ قرآن میں دیگر کلام کا خلط نہ ہو پھر جس طرح سامع کو دورانِ تلاوت استماع کے سوا اور کام حرام ہے اسی طرح قاری کو لوگوں کے شغل اور بات کرتے وقت تلاوت شروع کرنا حرام اور اس صورت میں قرآن کی حرمت کو ضائع کرنے کا جرم قاری ہی پر ہے۔

مخصوص وقت میں تلاوت درود سے افضل ہے

چنانچہ ہندیہ میں ہے۔

"ولو قرء القرآن فمر علی اسم النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فقراءۃ القرآن علی تالیفہ
ونظمہ أفضل من الصلاۃ علی النبی صلی اللہ
علیہ والہ واصحابہ فی ذلک الوقت فان
فرغ ففعل فھو أفضل وان لم یفعل فلا شیٔ
علیہ کذا فی الملتقط"

یعنی دوران تلاوت اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام آئے تو قرآن کو اس کے نظم اور تالیف کے ساتھ پڑھتے رہنا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے افضل ہے پھر فارغ ہو کر درود پڑھا تو یہ افضل ہے اور نہ پڑھا تو کچھ نہیں ملتقطا۔

اسی میں ہے۔

"لا یقرء جھراً عند المشتغلین بالاعمال ومن
حرمۃ القرآن أن لا یقرء فی الاسواق وفی

موضع اللغو كذا في القنية"
یعنی کام میں مشغول لوگوں کے پاس آواز سے
تلاوت کرنا جائز نہیں اور قرآن کی تعظیم یہ ہے کہ
بازاروں میں نہ پڑھا جائے نہ اس جگہ جہاں
لوگ لغو میں مشغول ہوں"

اسی میں ہے۔

"لو كان القارى واحداً في المكتب يجب
على المارين استماع وان كان الكثر وليقع الخلل
في الاستماع لا يجب عليهم"
یعنی مکتب میں قاری تلاوت کرتا ہے تو گزرنے
والوں پر فرض ہے کہ تلاوت سنیں جبکہ ایک
قاری ہو اور اگر چند قاری ہوں اور سننے میں
خلل پڑے تو ان پر سننا فرض نہیں۔

اسی میں ہے۔

"صبی يقرء في البيت واهله مشغولون
يعذرون في ترك الاستماع ان افتتحوا
العمل قبل القراءة والا فلا وكذا قراءة الفقه
عند قراءة القرآن"
یعنی بچہ گھر میں قرآن پڑھتا ہے اور گھر والے
کام میں لگے ہیں اگر انہوں نے کام بچہ کی تلاوت
سے پہلے شروع کیا ہے تو تلاوت نہ سننے میں

وہ شرعاً معذور ہیں ورنہ انہیں سننا ضروری
ہے اور اسی طرح تلاوت کے وقت فقہ کی کتاب
پڑھنے کا حکم ہے۔

اسی ہندیہ میں ہے۔

"يكره الصعق عند القراءة لانه من الرياء
وهو من الشيطان وقد شدد الصحابة
والتابعون والسلف الصالحون في المنع من
الصعق والزعق والصياح عند القراءة كذا
في القنية"
یعنی تلاوت کے وقت مصنوعی حال ناجائز ہے
اس لئے کہ وہ ریاء کی قسم ہے اور وہ شیطان
کی طرف سے ہے اور صحابہ، تابعین اور سلف
صالحین نے تلاوت کے وقت آوازیں نکالنے
اور وجد سے سخت منع فرمایا ہے۔

دعوئ محبت باطل

اسی ہندیہ میں ہے۔

"رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ
مكروه وما يفعله الذين يدعون الوجد
والمحبة لا أصل له ويمنع الصوفية من
رفع الصوت وتخريق الثياب كذا في السراجية"
یعنی تلاوت قرآن اور وعظ کے وقت آواز
اونچی کرنا مکروہ وممنوع ہے اور جنہیں وجد ومحبت

کا دعویٰ ہے ان کا فعل شرعاً کوئی اصل نہیں رکھتا
اور صوفیاء کو تلاوت کے وقت آواز بلند کرنے
اور کپڑے پھاڑنے سے منع کیا جائے۔

ان تمام عبارتوں کا حاصل وہی ہے جو بار با گزرا کہ تلاوت کے وقت سننا اور چپ رہنا فرض ہے اور آواز سے خواہ آہستہ کچھ کہنا بلکہ ہر مخلِ استماع کام حرام ہے اور اخیر عبارتیں تو مسئلہ نزاعیہ میں ہمارے مدعی پر نص صریح ہیں جن سے اس تعامل مزعوم کا رد اور دعوی محبت کا بھی شافی جواب آشکار ہے۔ وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیۃ

صاحبزادے کی دلیل صاحبزادے کے خلاف

۱۳ کے بعد روایات و عبارات موعودہ کے سبب وقفہ طویل ہو گیا اب پھر سوالات کا سلسلہ شروع کریں۔

(۱۴) آپ رقمطراز ہیں کہ "سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تینوں سورتیں اکٹھی ایک ہی وقت میں مسلسل پڑھے تو کیا اس کو درمیان میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے الفاظ ادا کرنے سے یہ کہہ کر روک دیا جائے گا کہ یہ وقفہ قابل اعتبار نہیں"

اس پر آپ سے معروض ہے کہ یہ کہہ کر کوئی کیوں روکے گا کہ اسے خبر ہے کہ قاری کو قطع قراءت روا ہے، تو مدار کار یہ نہیں کہ اس وقفہ کا اعتبار ہے یا نہیں بلکہ اس پر ہے کہ قاری کو روا ہے کہ قرائت موقوف کردے اور قرآن کے سوا کچھ اور پڑھے وہ بھی ایک صورت خاصہ میں جبکہ وہ منفرد ہو امام نہ ہو ورنہ اسے بھی حکم ہے کہ قراءت قرآن کے سوا کسی اور ذکر میں مشغول نہ ہو اور یہ بات خود آپ کی منقولہ گئی عبارتوں

سے ثابت ہے ہم یہاں ایک پر اکتفا کرتے ہیں۔ آپ رقمطراز ہیں ابن عابدین فرماتے ہیں۔

" وکذا الامام لا یشتغل بغیر قراءۃ القرآن سواء
ام فی الفرض او النفل اما المنفرد ففی الفرض
کذلک وفی النفل یسأل الجنۃ ویتعوذ
من النار عند ذکرھما ویتفکر فی آیۃ
المثل وقد ذکروا حدیث حذیفۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔

(۱۵) اگر امام بالفرض نماز نفل خواہ نماز فرض میں قراءت کو موقوف کر کے مشغول بدعا یا ذکر ہو تو کیا مقتدی کو آپ اجازت دیں گے کہ وہ بھی سکوت توڑ کر مشغول بذکر و دعا ہو جائے نہیں تو کیا اس کا صاف معنی یہ نہیں کہ امام نے گو قراءت موقوف کر دی ہے مگر وہ دعا و ذکر سے فارغ ہو کر فوراً قراءت کرے گا لہذا چونکہ امام قراءت کا ارادہ رکھتا ہے بنابریں سامع کے حق میں قراءت جاری ہے اور اسے اب بھی حکم انصات ہے گو امام نے قراءت کو ذرا دیر کے لئے قطع کر دیا ہے اب کیا آپ نہ کہیں گے کہ اس وقفہ کا اعتبار نہیں ہے۔ ضرور کہیں گے تو کیا وجہ ہے کہ جب قاری اصلاً قراءت نہ روکے تو اس کے سکتات و وقفات کا اعتبار کیا جائے اور ان میں با آواز بلند ذکر کی اجازت ہو حالانکہ آگے چل کر اقوال فقہا ذکر کرنے کے بعد خود جناب کو اعتراف ہے کہ

" ہمارے مذہب میں امام اور ماموم کے لئے
ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ امام ظاہر ہے بغیر

توقف کے قرات کرے گا اور اس صورت
میں مقتدی کے یہ الفاظ دوران قرات ادا ہونگے
جبکہ قراءت کے دوران استماع وانصات محکم
قرآن فرض ہے،،

دعویٰ کیا! دلیل کیا؟

۱۶ آپ کی خط کشیدہ عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سکتات امام میں قراءت یا ذکر جائز نہیں بلکہ استماع وانصات فرض ہے چونکہ آپ کے بقول امام بغیر توقف کے قراءت کررہا ہے حالانکہ اس کی قراءت میں سکتات کا ہونا بدیہی ہے تو آپ ہی کے منہ اقرار ہوگیا کہ دوران قراءت قاری کے وقفات کا اعتبار نہیں پھر جناب کا الزام دینا اور یہ کہنا کہ

"کیا درمیان میں اس کو الیٰ آخرہ .... یہ کہہ کر رد کردیا
جائے گا کہ یہ وقفہ قابل اعتبار نہیں؟

اور یہ فرمانا کہ۔

"ثابت ہوا کہ وقفہ کا اعتبار ہے اور اس
دوران کلام کیا جاسکتا ہے"

تعارض نہیں تو اور کیا ہے۔

۱۷ آپ ہی کے کلمات اور منقولہ عبارات سے ظاہر ہے کہ دوران قراءت ذکر و دعا میں مشغول ہونے کی رخصت خاص قاری کیلئے ہے وہ بھی خاص وقت میں جبکہ وہ منفرد ہو اور امام کیلئے یہ رخصت نہیں تو ایک صورت خاصہ جس میں محض قاری کیلئے رخصت ہے اسے ذکر کرکے آپ موضع استدلال میں کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

۱۸ پھر اس میں شک نہیں کہ نماز میں قراءت، اور بیرون نماز قراءت، دونوں ایک دوسرے کی نظیر ہیں بدلیل آنکہ دونوں میں سامعین پر انصات واستماع فرض ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے امام کو قراءت کے سوا اور کلام میں مشغول ہونا منع ہے اسی طرح سامعین کے سامنے قراءت کی صورت میں قاری کو دوران قراءت سوائے قراءت کے اور کلام سے ممانعت ہو جس طرح خطیب کو بے ضرورت تکلم منع ہے کما فتح القدیر وقد أسلفنا نصہ فی فتوٰنا۔ اور اگر اندیشہ ہو کہ سامعین ترک استماع کر بیٹھیں گے تو قاری کو قراءت کے سوا اور کلام حرام ہونا مستبعد نہیں تو سامعین کے روبرو قراءت امام پر قیاس کیوں نہیں کیا جاسکتا۔

۱۹ یہ صورت خاصہ نہ سہی اور ہر قاری کے لئے بہر حال قطع قراءت اور ذکر و دعا میں مشغول ہونے کی رخصت مانیئے لیکن قاری و سامع کے حق میں کونسی علت جامعہ ہے کہ جو حکم قاری کے لئے ہو اس علت کی وجہ سے وہی سامع کے لئے ثابت ہو جائے۔

۲۰ اور اگر واقعی قاری کے لئے رخصت، سامع کیلئے مقیس علیہ بننے کے قابل اور اس کے لئے رخصت کی متقاضی ہے تو کیا وجہ ہے کہ خاص خطیب کو امر بالمعروف جائز ہے اور سامع کو اب بھی اجازت تکلم نہیں بلکہ سکوت لازم ہے۔

۲۱ کیا خطیب کے لئے یہ خاص رخصت خطیب و سامع کے مابین فرق واضح نہیں کرتی اور کیا خطیب قاری کی مثل اور خطبہ قراءت کی نظیر نہیں۔ تو مستند کتب سے ثبوت دیجئے اور اگر ہے ضرور ہے

جیسا کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے تو جو فرق سامع و خطیب کا ہے وہی قاری و سامع کا ہے پھر قاری پر سامع کو قیاس کرنا کیا قیاس مع الفارق نہیں۔

۲۲ء حالانکہ اسی جگہ منفرد کیلئے رخصت اور امام و ماموم کے عدم رخصت کی وجہ بتاتے ہوئے خود قاری و سامع کا فرق ظاہر کر چکے ہیں چنانچہ آپ رقمطراز ہیں۔

"اور امام کیلئے عدم جواز کی علت عنایہ اور تبیین
کی عبارات میں واضح ہے جبکہ منفرد نفل میں خود
وقف کر کے الفاظ ادا کرے گا کیونکہ اس صورت
میں ان الفاظ کی ادائیگی مخل سماع نہیں ہے جبکہ
ماموم کی صورت میں مخل سماع ہے اس لئے وہاں
ناجائز ہے اھ" ملتقطا

اقول امام کی جگہ قاری اور ماموم کی جگہ سامع بنا لیجئے اور عبارت بدستور رکھئے تو جناب ہی کے بقول قاری و سامع کا فرق ظاہر ہے تو قاری پر اس رخصت خصوصی کی وجہ سے سامع کو قیاس کرنا کیا صریح تناقض نہیں۔

۲۳ء آپ رقمطراز ہیں۔

"حضرت علامہ مفتی احمد یار خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ
مندرجہ بالا حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
قرآن سنتے وقت رونا جھومنا کچھ پیارے کلمات
کہنا جو مضمون آیت کے مطابق ہوں بہت بہتر ہے
مگر یہ سب کچھ قاری کی خاموشی کی حالت میں ہے"

میں پوچھتا ہوں اس عبارت سے استناد آپ کو کیا مفید ہے کہ آپ پہلے کہہ چکے ہیں، آپ تو پہلے سامع پر استماع و انصات فرض کہہ آئے چنانچہ یاد کیجئے آپ نے کہا تھا کہ "جبکہ قراءت کے دوران استماع و انصات فرض ہے"، نیز کہا تھا کہ "ماموم کی صورت میں مخل سماع ہے اس لئے وہاں ناجائز ہے"

تو یہ نہ صرف کلام ائمہ بلکہ حکم آیت و حدیث کے معارض ہے آپ کے مسلمہ و مقررہ امر کے بھی خلاف ہے پھر اس متعارض سے استناد کیا معنی۔

۲۴ء امام کے پیچھے مقتدی کی ثنا پڑھنے کی بابت آپ نے جو تفصیل لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتدی نے اگر جہری نماز میں اقتدا کی تو اسے امام کے پیچھے سبحنک اللھم پڑھنا مطلقاً منع ہے اگرچہ آہستہ پڑھے کیونکہ آپ ہی کے الفاظ میں

"امام کی طرف سے جہراً قراءت ہے اور اس
کے درمیان اتنا بڑا کوئی وقفہ بھی نہیں کہ اس اثناء
میں مقتدی یہ دعا پڑھ لے لہذا استماع و انصات
فرض ہوگا"

اور اگر مقتدی نے سری نماز میں امام کو پایا تو ایک قول پر ثنا پڑھنے کی مقتدی کو اجازت ہے قطع نظر اس کے صاحب درمختار نے اس قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ فرمایا اور حلبی و طحطاوی نے اسے صاف صاف ضعیف فرمایا۔ درمختار کی اصل عبارت یہ ہے جسے آپ نے بلا وجہ مختصر فرمایا۔

"الا اذا شرع الامام فی القراءة سواء کان
مسبوقا أو مدرکا وسواء کان إمامه
یجهر بالقراءة أولا وأنه لا یاتی به لما فی
النهر عن الصغری ادرک الامام فی القیام
یثنی یبدأ بالقراءة وقیل فی المخافتة یثنی"

اس جگہ علامہ طحطاوی نے شارح کی جانب سے متن کی عبارت میں تبدیلی کا سبب یہ بیان کیا کہ متن کی عبارت کا تقاضہ یہ تھا کہ سری نماز میں مقتدی کو ثنا پڑھنا جائز ہے اگرچہ امام قراءت کر رہا ہو اور یہ قول ضعیف ہے لہذا شارح نے متن کی عبارت بدل دی وھذا نصہ۔

"قوله (وسواء کان یجهر) لما کان قضیة
المتن جواز الثناء فی المخافتة وان بدأ
الامام بالقراءة وکان ضعیفا حول الشارح
عبارة المصنف إلی القول الصحیح حلبی"

اسی میں سری نماز میں جواز ثناء کے قول کے ضعف کی وجہ یوں بتائی

"قوله وقیل فی المخافتة یثنی) وجه ضعف
هذا القیل انه اذا امتنع علی الماموم قراءة
القرآن التی هی فرض فی الصلاة عند
قراءة الامام القرآن سرا أو جهرا فلأن
یمتنع علیه الثناء وهو نفل اولی یجامع
التخلیط والتغلیط فی کل اھ حلبی"

یعنی یہ قول اس وجہ سے ضعیف ہے کہ جب مقتدی کو امام کی تلاوت کے وقت تلاوت کرنا منع ہو گیا حالانکہ قراءت نماز میں فرض ہے تو ثناء جو نفل ہے پڑھنا بدرجہ اولی منع ہو گا اس لئے کہ دونوں صورت میں قرآن کی تلاوت میں خلط اور اندیشۂ غلط موجود ہے۔ حلبی (اور اسی وجہ سے تلاوت کے وقت تلاوت وغیرہ منع ہے)

حلبی وطحطاوی کی رائے اقول علامہ حلبی وطحطاوی کی یہ بحث آیت کریمہ کے حکم کے عین مطابق اور اس جگہ علماء نے جو کچھ فرمایا ہے اسکے عین موافق ہے اور احادیث مبارکہ، کہ جن میں تلاوتِ قرآن کے وقت منازعت سے ممانعت اور امام کی قراءت کے وقت انصات کا حکم ہے کے ساتھ متلائم ومتطابق ہے۔

علامہ شامی کی بحث اس کے برعکس علامہ شامی کی بحث (جس کا مفاد یہ ہے کہ سری نماز میں انصات تعظیم قرآن کیلئے سنت ہے اور غیر حالت جہری میں مقتدی کا قراءت نہ کرنا وجوب انصات کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے) کلام علماء (جس میں مطلقاً وجوب انصات کی تصریح ہے) کے مصادم ہے بلکہ خود حدیث کے معارض ہے کہ حدیث میں "واذا قرئ فانصتوا" فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ نہ قراءت امام میں جہری یا سری قید ہے بلکہ مطلق ہے اور نہ حکم انصات کو کسی حالت میں مقید کیا ہے اور خود علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فصل فی القراءۃ میں وجوب انصات در صلاۃ سریہ کا
سے بالکل مناسب اور مطابق و موافق

افادہ فرمایا ہے۔ وھذا نصہ تحت قول الدر المختار

"وانصت اذا اسر) وکذا اذا جھر بالاولی
ولی قال فی البحر وحاصل الآیۃ أن المطلوب
بھا أمران الاستماع والسکوت فیعمل بکل
منھما والاول یخص الجھریۃ والثانی لا
فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند
القراءۃ مطلقا اھ"

تو یہاں انکی بحث خود اپنے کلام سابق سے متصادم واقع ہوئی فتنبہ۔ اس سبب سے صرف نظر کر کے آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ کے بقول

جہری قراءت میں حق نبی کہنا

"جب جہراً قراءت ہے لہذا استماع و انصات فرض ہوگا" اور جہراً قراءت امام کرے یا خطیب خواہ کوئی حکم یکساں ہوگا۔ ملتقطاً لہذا حق نبی کہنے کی اجازت آپ کے نزدیک بھی جہری قراءت میں نہ ہونا چاہیئے بلکہ سری قراءت میں ہونا چاہیئے پھر آپ اپنے ہی اقرار کے خلاف جہری قراءت میں حق نبی باآواز بلند کہنے کی رخصت کیسے دیتے ہیں اور وقفہ قاری میں ذکر وغیرہ کا جواز آپ کے کلام سے نکلتا ہے اس کا ثبوت کتب مستندہ سے دیجئے اور اس سلسلہ میں دلیل صریح[1] سالم عن المعارض پیش کرنا ہوگی اور یہ جو کہا ہے کہ

"جہاں سراً بھی قراءت نہ ہو وہاں استماع
نہ واجب ہوگا نہ سنت"

---

[1] ایسی دلیل جو صحیح ہو اور ہر قسم کے اعتراض و عیب سے صاف ہو

کیا اس کا حاصل یہ نہیں کہ قاری و امام و خطیب کے سکتات میں انصات واجب نہیں حالانکہ اس سے پہلے جناب خود ہی دوران قراءت بلا استثناء سکتات، استماع و انصات فرض ہونے کا اقرار کر چکے ہیں پھر یہ تقریر بعینہ اس صورت میں بھی جاری ہوگی جبکہ امام خطبہ کیلئے منبر پر چڑھ جائے تو آپ کے نزدیک انصات واجب نہ ہوگا اب آپ ہی بتائیں کیا آپ کی یہ تقریر تصریحات فقہا کے خلاف نہیں جو خطبہ کو نظیر قراءت بتاتے ہیں بلکہ کافی میں تو افادہ فرمایا کہ خطبہ کو قرآن اسی لئے کہا گیا کہ وہ قرآن پر مشتمل ہے اور اس میں استماع و انصات کا حکم بھی اسی قرآن ہی کی وجہ سے ہے افادہ الطحطاوی فی حاشیۃ الدر وغیرہ فی غیرہا۔

اعلحضرت کا فتویٰ

۲۴ کیا جلسہ بین الخطبتین اور خطبہ میں مشغول ہونے کی حالت یکساں ہے رد المحتار کی گزشتہ عبارت جو "قولہ ولا کلام" سے شروع ہے دیکھ کر بتائیے اور کیا اعلحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حالت شروع خطبہ میں دعا کی اجازت نقل فرمائی ہے اور خود اعلحضرت علیہ الرحمۃ الرضوان کا مختار و معتمد کیا ہے اور ان کا عمل کیا ہے رعایۃ المذھبین فی الدعا بین الخطبتین دیکھ کر بتائیے اور جو سیدنا اعلحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ

"بے شک مذہب منقح حنفی میں مقتدیوں کو
اس احتراز کا حکم ہے۔"

اس سے کیا ثابت ہوتا ہے اور اعلحضرت کے کلام سے استدلال کرتے ہوئے اس کا جواب دیئے بغیر کیوں گزر گئے بلکہ اسے کیوں چھپایا۔؟

صاحبزادے کی علمیت

۲۵ے نائی عن المنبر پر قیاس کا اپنے گزشتہ فتوں میں رد کر چکا ہوں اور بتا چکا ہوں آپکی ذمہ داری تھی کہ اس کا جواب دیتے مگر جواب کے بجائے پھر اسی قیاس مردود کو لے آئے اور مقیس علیہ بھی نبر عم خویش وہ جسکا کہ مرجوح ہونا خود آپ کو مسلم ہے اور مقیس وہ حالت شروعِ خطبہ ہے جس میں دعاء و ذکر و تسبیح ائمہ حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق منع ہے کیا راجح سے مرجوح کی طرف عدول کسی مفتی کو روا ہے بحیر الفتیاء بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع[1] کا کیا محل ہے اور کیا ائمہ حنفیہ کے حکم وفاقی کے بعد قیاس کی کوئی مجال ہے اور قیاس بھی ایسا کہ ائمہ حنفیہ کا سارا کلام معاذ اللہ بالائے طاق رکھ دیا جائے بلکہ قرآن و حدیث سے بھی صرف نظر کر لیا جائے اور وہ کونسی صورت ہے جب بقول جناب کے "مکمل سکوت ہو" الخ کیا یہی جب خطیب آیت درود پڑھتا ہے؟ اور کیا اسی صورت میں بقول جناب، دیگر فقہا بھی کلام کے جواز سے انکار ہرگز نہیں کرینگے ایسا ہے تو فقہاء کا اس پر اجماع کتب مستندہ سے نقل کیجئے۔

۲۶ے کیا قصد تلاوت اور قصد دعا یکساں ہیں یا دونوں جداگانہ دوشئی ہیں بر تقدیر اول دونوں کا ایک ہونا کس دلیل سے ثابت ہے بر تقدیر ثانی قصد دعا سے حکم بدل گیا اب تلاوت نہیں دعا ہے اور دعا میں آمین کہنا روا ہے تو اس صورت سے الزام کیونکر صحیح ہے کہ مانع[2] تو دورانِ تلاوت، استماع و انصات کی فرضیت، اور کلام کی حرمت کا قائل ہے اور آیہ درود کی تلاوت کا بھی وہی حکم ہے اور اس دوران زبان سے درود پڑھنا منع ہے

---

[1] قول مرجوح کے ساتھ فتوٰی دینا جہل ہے (جیسا کہ صاحبزادے نے کیا)، [2] منع کرنے والا

اور ممانعت کی تصریح گزر چکی ہے تو یہاں جو الزام دیا ہے مانع اس کا ملتزم ہے؟ ذمہ داری تو آپ کی ہے کہ اس لازم کو باطل ٹھیرائیں۔

۲۷ے اور جہری نماز میں الحمد شریف کے بعد مقتدی کو آمین کہنے کا حکم ہے وہ بھی آہستہ تو یہ صورت مستثنی ہے اور مستثنی پر قیاس کرنا آپ ہی کا حصہ ہے ورنہ اس میں آپ کا مخالف کون ہے بتائیے۔

صاحبزادے پر جواب ادھار ہے۔

۲۸ے اس جگہ جو دوران قراءت سبحٰن اللہ، ماشاءاللہ، اللہ اللہ کہنے پر جو تعامل کی بحث چھیڑی ہے اس کا جواب میں پہلے اپنے فتوی میں دے چکا ہوں اور اس مضمون میں بھی اس پر سوالات ہیں ان کا جواب آپ پر ادھار ہے اور العادۃ محکمۃ سے استناد کوئی نئی بات نہیں الفاظ بدل کر وہی تعامل سے استناد ہے تو اس کو وہی جواب کافی ہے اور وہی سوالات اس پر بھی متوجہ ہیں اور غیر حنفیہ کے مذہب میں کوئی بات بالاتفاق جائز سہی تو کیا وہ حنفیہ پر حجت ہو جائے گی پھر اس تعامل کا حکم، صعود خطیب کے وقت آیہ درود پڑھنے کی عادت پر، جو حکم ردالمحتار سے گزرا اس سے معلوم کر لیجئے!

علامہ کاظمی اور دیگر علماء کا قول

۲۹ے کیا نص کے خلاف، اور اجماع قدیم و مستمر کے معارض، اجماع متصور ہے پھر مجھ سے متعدد علماء پاکستان سے گفتگو ہوئی جن میں علامہ احمد سعید صاحب کاظمی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہیں ان سب نے بیک زبان دوران تلاوت "حق نبی" وغیرہ سے

ممانعت کا قول کیا ہے اور ایک دو کے سوا کسی نے جواز کا دعویٰ نہ کیا اور مدعی جواز سے کوئی دلیل نہ بن پڑی اور علماء ہندوستان میں تو مجھے کوئی مستند عالم دین قائل جواز نظر نہ آیا تو اجماع کیسے ہو گیا۔

نمبر۳ جو اطلاق آیت کریمہ سے مستدل ہے اسے قیاس کی کیا حاجت ہے تو اس پر قیاس کب درست ہے اور نماز سری[۱] اور نائی[۲] عن المنبر کی صورت میں قراءت کا استمرار[۳] اور وقفات کا عدم اعتبار[۴] اور آیت درود میں قراءت کا انتفاء[۵] اور وقف کا 'جوازِ تکلم[۶] کیلئے اعتبار کس دلیل پر مبنی ہے اور وجہ فرق کیا ہے؟ فقط

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ
یکم ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

---

۱ جسمیں تلاوت آہستہ ہو (ظہر وعصر) ۲ منبر سے دور ۳ جاری رہنا
۴ اعتبار نہ ہونا ۵ ختم ہو جانا ۶ بولنا جائز ہونا

تصدیق

فاضل جلیل حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب نائب مفتی الجامعۃ الاشرفیہ، عربی یونیورسٹی، مبارکپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

حضرت علامہ ازہری صاحب مدظلہ العالی نے "وقفہ قطع کی بنیاد پر جو فرق احکام کیا ہے صحیح و درست ہے تھوڑی دیر سانس لینے کیلئے آئندہ قرأت کی نیت سے خاموشی قراءت ہی کے حکم میں ہے ایسی خاموشی سے قرأت میں فصل نہیں پیدا ہوتا، بلکہ قرأت ایک دوسرے سے متصل ہی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے باب طلاق میں یہ صراحت فرمائی کہ اگر شوہر "أنتِ طالق" کہہ کر سانس لینے کے لئے کچھ دیر خاموش رہا اس کے بعد إن شاء اللہ کہا تو یہ استثناء موصول ہی رہے گا اور طلاق نہ واقع ہوگی۔ "یُصَلُّونَ علی النبیّ" پر خاموشی بلاشبہ اسی "وقف" کے باب سے ہے لہذا سامعین پر اس وقف کے زمانے میں بھی "انصات" فرض ہوگا۔ اتقان شریف میں ہے۔ الثامن: الوقفُ والقطعُ، والسکتُ عباراتٌ یطلقها المتقدّمون غالباً مراداً بها الوقف۔ والمتأخرون فرّقوا، فقالوا،

أَلقطعُ عبارةٌ عن قطع القراءة رأساً۔ فهو كالانتهاء، فالقارئ به كالمُعرِض عن القراءةِ والمُنتقلِ إلى حالةٍ أُخرىٰ غيرها، وهو الذي يُستعاذ بعده للقراءةِ المستأنفة ولا يكون إلا على رأس آية لأنّ رؤس الآي في نفسها مقاطع۔ والوقفُ عبارةٌ عن قطع الصوت عن الكلمة زمناً يتنفس فيه عادةً بنيّةِ استيناف القراءة، لا بنيّة الإعراض، ويكون في رؤس الآي وأوساطها ولا يأتي في وسط الكلمة، ولا فيما اتّصل رسماً۔ والسكت عبارةٌ عن قطع الصوت زمناً هو دون زمن الوقف عادةً من غير تنفس اھ ملخصًا۔

(تفسير إتقان في علوم القرآن ص ۱۲۶ - تنبيهات - مطبع احمدی)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے (قال لها: أنتِ طالق إن شاء الله متصلاً، إلا لتنفّس، أو سعالٍ، أو جشاءٍ، أو عطاس، أو ثقل لسانٍ (لا يقع) اھ ملخصا۔ ردالمحتار میں ہے (قولهٗ متّصلاً) احتراز عن المنفصل بأن وجد بين اللفظين فاصل من سكوت بلا ضرورة تنفس ونحوه وقيد في الفتح السكوت بالكثير۔ وفي الخانية قال: لزوجته "انت طالق" وسكت، ثمّ قال "ثلثاً" إن كان سكوته لانقطاع النفس تطلق ثلثا وإلا فواحدةٌ الخ (قولهٗ إلا لتنفّس) أي وإن كان له منه بدّ، بخلاف مالو سكت قدرَ النفس ثمّ استثنىٰ، لا يصح الاستثناء للفصل كذا في الفتح۔ فعلم أنّ السكوت قدرَ النفس بلا تنفس كثير، وأنّ السكوت للتنفس ولو بلا ضرورة عفو اھ (ص ۵۰۹ ج ۲ مکتبہ نعمانیۃ - باب التعلیق)۔

جلسوں، یا اس طرح کی محفلوں میں تلاوت قرآن

کے وقت "اوقاف" پر کچھ سامعین کا سبحان اللہ یا اس طرح کے کلمات کہنا بھی ناجائز ہے وجہ وہی ہے کہ یہ اوقاف بھی تلاوت کے حکم میں ہیں۔ ایسے موقعہ پر علماء کی خاموشی ضرور محل غور ہے مگر اسے تعامل یا اجماع کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

علمائے کرام کی یہ خاموشی اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اسکی تحقیق نہیں فرمائی، اور عام طور سے اس کی طرف ان کی توجہ مبذول بھی نہ ہو سکی۔ اور ایسا کوئی بعید نہیں ہے کہ کسی نو پیدا مسئلے کی طرف علماء کی توجہ نہ ہو پائے جیسے اذانِ خطبہ، کہ پتہ نہیں کب سے مسجد کے اندر، منبر کے متصل رائج ہو گئی اور علماء کو اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ ہو سکی۔ ٹھیکہ کے ایک مسئلے کے متعلق امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"باوصف کمالِ وضاحت اس دارالفتن ہندوستان میں (یہ) ایسا خفی مسئلہ ہے جس سے یہاں کے اکابر علماء غافل محض، اور خود اس میں اور اس کی تحلیل میں مبتلا ہیں۔ چودہویں صدی کے علماء میں باعتبار حمایت دین ونصرت سنت، نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا ـــــ ایسے فاضل جلیل کے پاس ۱۳۰۲ھ میں جب فقیر کا فتویٰ اس ٹھیکے کی حرمت میں گیا جس میں اسوجہ سے کہ فقیر اس وقت اپنے دیہات میں تھا اور سوا خیریہ و ردالمحتار کے کوئی کتاب ساتھ

نہ لے گیا تھا فقط فتاویٰ خیریہ کی بعض عبارات
تھیں حضرت موصوف نے بعد تامّلِ بسیار اس پر
حرف اس مضمون سے تصدیق تحریر فرمائی کہ
"نظر حاضر میں ان عبارات سے عدم جواز ہی معلوم
ہوتا ہے" جب فقیر شہر کو واپس آیا مفصل
فتویٰ عباراتِ کثیرۂ کتب عدیدہ پر مشتمل لکھ کر
بھیجا اب حضرت نے پورے وثوق سے تسلیم
کیا ـــــ یہی حال اور علمائے اطراف کا ہے ـــــ
مبارک ہیں وہ بندے کہ حکم پر مطلع ہو کر حق کی
طرف رجوع لائیں" (انتہی ملخصا۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۳۶۶، ۳۶۷
سنی دار الاشاعت)

• خود فاضل محقق جناب صاحبزادہ محترم غور فرمائیں کہ وہ ایک
عالم دین ہیں اگر عدم توجہ و تحقیق کی وجہ سے اب تک نا جائز امر کو جائز سمجھتے
رہے تو یہ کوئی ناممکن امر نہیں اور بغیر تحقیقِ حق کے کسی مسئلے پر اجماع بھی ہو جائے
تو اس کا قطعی اعتبار نہ ہوگا مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے۔
(مسئلۃ: لا أجماع إلا عن مستندٍ) شرعي (على المختار۔ لنا أوّلاً:
ألفتوى بلا دليل شرعي حرام) وإذ ليس ههنا دليل غير الإتفاق
(فقول كلّ يتوقف على قول الكل وبالعكس) وهو ظاهر، فلزم
الدور ـــــ إنّ الفتوى لا عن دليلٍ لمّا كان حراماً لا يجترئ
عليه عدل ولو اجترأ صار فاسقا فلم يبق اهلاً للاجماع ولا للتكريم
فلا إعتداد بقولهم فافهم (و) لنا (ثانياً: يستحيل عادةً اتفاقُ الكل

لا لداعٍ) فلا يوجد الاتفاق من غير دليل (ككلى طعام) أى كما
يستحيل عادةً إتفاق الكل على طعام واحدٍ لعدم الداعي (وتجويز العلم
الضروري) أي يحدث العلم الضروري فيقع الاتفاق عليه (أو
توفيقهم للصواب) بأن يقع في قلبهم ما هو صواب (ألبعدُ) اھ ملتقطا
(ص ۲۳۸ ج ۲ مكتبة التراث الاسلامية)۔

جو لوگ اس مسئلے میں حکم شرعی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے
مبتلا رہے امید ہے کہ وہ عند اللہ معذور رہوں گے۔ امام احمد رضا
قدس سرہٗ عبارتِ مذکورہ بالا کے بعد اسی ٹھیکہ والے مسئلے کے متعلق لکھتے ہیں
"ایسا غامض مسئلہ کہ یہاں کے فحولِ علماء پر مخفی
ہو اور عوام کی دوڑ انہیں تک ہے اگر عوام قبل اطلاعِ
حکم اس میں مبتلا ہوں تو یہ نہ کہنا چاہیئے کہ انہوں نے
قصداً ارتکاب حرام کیا"
(فتاوی رضویہ ص ۳۶۷، ج ۶) واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ
محمد نظام الدین الرضوی
اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ
۱۷ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۲۱ھ

② **تصدیق۔ شہزادہ صدر الشریعہ و خلیفہ مفتی اعظم**
محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری شیخ الحدیث
الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارک پور

الجواب صحیح واللہ اعلم۔
ضیاء المصطفیٰ قادری
۱۵ جمادی الآخری سنہ ۱۴۲۱ھ

③ تصدیق ـ نائب مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی خلیفہ مفتی اعظم و صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور شارح بخاری

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ عالم۔

محمد شریف الحق امجدی
۲۵ جمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ

④ تصدیق ـ حضرت مولانا محمد معراج القادری مفتی دارالافتاء الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔

محمد معراج القادری
خادم افتاء اشرفیہ مبارکپور
۲۵ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۱۰ھ

⑤ تصدیق :۔ مولانا زاہد سلامی صاحب۔ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور

الجواب صحیح۔

زاہد سلامی قادری غفرلہٗ
۲۵ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۱۰ھ

⑥ تصدیق :۔ فاضل جلیل مولانا مولوی بہاء المصطفیٰ صاحب شہزادہ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و خلیفہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ و استاذ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

درمیان تلاوت ۔حق نبی ۔ سامعین کا کہنا بدعت و ناجائز ہے۔
اگر بر سبیل تنزل مجوزین کے قول کو صحیح و درست تسلیم کرلیا جائے تو کتنی خرابیاں لازم آئیں گی اور امتداد زمانہ سے کیا کیا گل کھلے گا جو ظاہر ہے۔ اولاً ۔یہاں حق نبی کہنے کا کیا موقعہ و محل ہے۔ ثانیاً عوام رفتہ رفتہ حق نبی کہنے کو واجب و ضروری تصور کرنے لگیں گے۔ ثالثاً۔ اپنی کم علمی سے اسے علامت اسلام و معیار سنیت قرار دینے لگیں گے جیسا کہ گجرات کے بعض طلبا نے مجھے بتایا کہ ہمارے یہاں جو اس وقت حق نبی نہیں کہتا اسکو برا جانتے ہیں اور کہنا ضروری سمجھنے لگے ہیں۔ لہٰذا اگر بہ روز اوّل باید کشتن پر عمل کرتے ہوئے اس بدعت سے پرہیز لازم ہے فاضل معقول و منقول مفتی آفاق حضرت علامہ اختر رضا مدظلہ العالیہ کا فتویٰ حق نبی کہنے کے سلسلہ میں نظر سے گزرا اور اپنے ارشادات عالیہ کی تصدیق و تائید کیلئے مجھ سے بھی فرمایا یہ ان کی ذرہ نوازی اور کرم فرمائی ہے کہ ہم جیسوں سے بھی اپنے ارشادات عالیہ کی تائید و توثیق چاہتے ہیں حالانکہ انکے ارشادات عالیہ کو نہ اس تائید و تصدیق کی ضرورت اور نہ کسی کی

عدم تائید و توثیق سے ضرر۔ میرے نزدیک ان کا جواب باصواب ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہاء المصطفیٰ قادری

خادم الطلبہ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

۲۳؍جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۰ھ

⑦ تصدیق: فاضل جلیل استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خانصاحب برادر زادہ و خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ (نبیرہ مولانا حسن رضا خانصاحب قدس سرہ) وصدر المدرسین جامعہ رضویہ نوریہ بریلی شریف

۷۸۶

اللھم ھدایۃ الحق والصواب، مجیب فاضل علامہ اختر رضا خاں صاحب سلمہ ربہ نے مسئلہ کی خوب وضاحت کردی تمام شکوک و اوہام کا ازالہ کردیا، بنظر منصف کو قبول حق کے سوا چارہ نہ رہا دلائل سے ثابت ہوگیا کہ دوران قرأت سامع پر استماع وانصات ہی واجب ہے نیز وقفات قاری بھی قرأت کے حکم میں ہیں جب تک قاری قرأت پوری نہ کرے سامع کا وظیفہ یہی ہے کہ وہ ہمہ تن گوش ہوکر سنتا رہے، کسی قسم کا ذکر لسانی حتی کہ تلاوت بھی نہیں کرسکتا نہ کوئی اور کام جو مخل استماع یا باعث غفلت ہوکر سکتا ہے یہی آیت کریمہ اور احادیث شریفہ کا مفاد ہے اور یہی علماء عظام کے ارشادات سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فھذا ھو الحق والحق احق ان یتبع

کتبہ

فقیر تحسین رضا غفرلہ

⑧ فتویٰ: حضرت مولانا مفتی محمد احمد جہانگیر خانصاحب مدظلہ خلیفہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ و سابق مفتی مرکز اہلسنت منظر اسلام بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دوران خطبہ و تلاوت بولنا یا زبان سے ذکر و تلاوت کی اجازت ہے یا نہیں؟ کیا قاری کے سکتات میں تکلم کی رخصت ہے۔ حضرت علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ نے فتویٰ دیا ہے کہ "دوران خطبہ و تلاوت حق نبی کا نعرہ لگانا منع ہے" ان کا یہ فتویٰ درست ہے یا نہیں فقط

المستفتی

شرف الدین نوری

خطیب مسجد میوہ فروشاں اودے پور

مورخہ ۱۴؍دسمبر سنہ ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب۔ نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

قرآن کریم کا فرمان واجب الاذعان یہ ہے۔ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ○ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ علامہ اختر رضا خاں ازہری کا فتویٰ اس آیت کے حکم کی روشنی میں حق و صحیح ہے جو شخص

رحمتِ رحیم چاہے وہ خطبہ وتلاوت کے وقت گوش ہوش سے بغور سنے اور رحمت الٰہی سے سرفراز ہو اور محرومی اپنی قسمت میں پسند کرنے والا خطبہ وتلاوت کے وقت نعرہ لگائے اور حکم قہار کی نافرمانی کر کے قہر میں گرفتار ہوکر عذاب نار کا حقدار بنے۔ واللہ الھادی وھو تعالٰی اعلم وعلمہ احکم ثم رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ محمد احمد جہانگیر غفرلہ ولآبائہ
سابق مفتی مرکز اہلسنت منظر اسلام
بریلی شریف

مُہر

⑨ تصدیق، فاضل جلیل مولانا مولوی سید شاہد علی رضوی خلیفۂ مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ وناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور

الجواب صحیح

فقیر مولوی سید شاہد علی رضوی غفرلہ
ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ
گنج قدیم رامپور
۱۵ جمادی الاخری سنہ ۱۴۱۰ھ

⑩ تصدیق، مولانا محمد ادریس صاحب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

الجواب صحیح

محمد ادریس غفرلہ
ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
۱۵ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۱ھ

⑪ فتویٰ، حضرت مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ وناظم اعلیٰ دار العلوم امجدیہ ناگپور

۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دوران تلاوت وخطبہ ذکر لسانی کی اجازت ہے یا نہیں اگر آیت درود یا سرکار (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کا نام اقدس آئے تو سننے والوں کو کیا حکم ہے؟ جانشین مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ حضرت محمد اختر رضا خاں ازہری نے دوران تلاوت وخطبہ ذکر لسانی سے ممانعت کا فتویٰ دیا ہے۔ ان کا یہ فتویٰ حق وصواب ہے یا کیا؟

سائل بہ عبد النعیم عزیزی
سوداگران بریلی شریف

۷۸۶
۹۲

الجواب:۔ تلاوت قرآن اور خطبہ کے درمیان ذکر لسانی جائز نہیں یونہی اگر اثناء خطبہ وتلاوت آیت درود پڑھی جائے تو زبان سے درود شریف پڑھنے کی اجازت نہیں حضرت العلام ازہری صاحب کا فتویٰ حق وصواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد مجیب اشرف
ناظم اعلیٰ دار العلوم امجدیہ
ناگپور

⑫ تصدیق، حضرت مولانا مفتی غلام محمد خان صاحب خلیفہ مفتیٔ اعظم قدس سرہ شیخ الحدیث ومفتی دار العلوم امجدیہ ناگپور

الجواب صحیح۔

غلام محمد خاں غفرلہ
دارالعلوم امجدیہ ناگپور

(۱۳) تصدیق: حضرت مولانا مفتی محمد یامین صاحب رضوی مرادآبادی جامعہ حمیدیہ رضویہ مدنپورہ۔ بنارس

ہٰذا الحکم المفتی المطاع حقیق بالاتباع۔

محمد یامین الرضوی المرادآبادی
خادم دارالافتاء و مدرس جامعہ حمیدیہ رضویہ
مدنپورہ بنارس۔ یوپی
۲۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۰ھ

(۱۴) تصدیق: فاضل جلیل مولانا مفتی محمد ایوب نعیمی صاحب مفتی جامعہ نعیمیہ مرادآباد

میری تحقیق میں درمیان آیت چاہے وقفہ کر کے "حق نبی" کا عمل جیساکہ وہاں رائج ہے جائز نہیں ہاں آیت کی تکمیل کی بعد مذکورہ شغل اور صلاۃ و سلام بلاشبہ مستحق ہوگا۔ اس کی روشنی میں حضرت علامہ الحاج الشاہ ازہری میاں صاحب قبلہ کے مواخذات و معارضات استحسان و عمل حق نبی پر بہت خوب اور علم و دانش کے پہاڑ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد ایوب نعیمی غفرلہ
دارالافتاء جامعہ نعیمیہ مرادآباد یوپی

مہر
دارالافتاء جامعہ نعیمیہ
مرادآباد

(۱۵) تصدیق: فاضل جلیل علامہ مولانا محمد ہاشم صاحب رضوی خلیفۂ مفتی اعظم استاذ جامعہ نعیمیہ مرادآباد

فقیہہ اعظم حضرت الحاج علامہ اختر رضا خانصاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی مسئلہ مذکورہ میں براہین قاطعہ سے مزین و آراستہ تحقیق کی میں حرف بحرف تائید کرتا ہوں۔

محمد ہاشم غفرلہ
خادم جامعہ نعیمیہ مرادآباد
۱۲ جنوری سنہ ۱۹۹۰ء

(۱۶) تصدیق: فاضل جلیل مفتی مولانا قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی خلیفۂ مفتی اعظم و مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

الجواب صحیح والصواب والمجیب مصیب و مثاب۔ فی الواقع آیت کریمہ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ؕ کی تلاوت کے وقت سامعین کا حق نبی کہنا آداب تلاوت کے خلاف اور بدعت ممنوعہ ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہونا بیشک حق ہے مگر اس کا اظہار اس وقت بلند آواز سے کرنا استماع قرآن کے منافی ہے اس وقت مطلقاً استماع و انصات کا حکم ہے اور ہر اس قول فعل کا ترک ضروری ہے جو مخل انصات و استماع ہو۔ خطیب دوران خطبہ آیۂ کریمہ پڑھے تو اس وقت بھی درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کی ممانعت ہے حنفی فقہا کرام کے کلمات سے یہی ظاہر ہے اور قرآن مجید کے اطلاق کا مفاد یہی ہے۔ دعوی محبت کا اظہار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ شریعت مطہرہ کی حدود میں رہ کر

کیا جائے جس امر سے شریعت نے منع فرمایا ہے اس سے احتراز کیا جائے۔

علامہ عارف باللہ عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اس مسئلہ پر مفصل کلام فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں "الکلام عند قراءۃ القران العظیم فان استماع القران والانصات عند قراءته بالوصف المذکور واجب ای مطلقاً سواء کان فی الصلاۃ او خارجها وکان السامع فاهما للمعانی او غیر فاهم فی ظاهر المذهب قال اللہ تعالی واذا قرئ القرآن ای قراه احد فاستمعوا له وانصتوا ای اترکوا الکلام والاشتغال عنه وان کانت الآیة نزلت فی قراءۃ الماموم خلف الامام ولکن اللفظ عام والعام قطعی فی مفهومه عندنا فیصلح دلیلا لوجوب الاستماع خارج الصلاۃ فان العبرۃ لعموم اللفظ لا بخصوص بالسبب"

حضرت علامہ فہامہ مولینا اختر رضا خانصاحب ازہری کا جواب حق ولائق قبول ہے واللہ الہادی وہو تعالیٰ اعلم۔

قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

مُہر

(۱۷) تصدیق: فاضل جلیل مولانا مولوی محمد صالح صاحب بریلوی رضوی
مدرس جامعہ منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی

حضرت مجیب موصوف علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ (ادام اللہ تعالیٰ نجمہ النوری العلمی طالعاً لاہل السنن) نے اس مسئول عنہ رواج کا جو حکم تحقیق فرمایا ہے وہی حق وصحیح ہے. حضرت کے موقف سے خادم ناچیز کو پورا اتفاق ہے۔ بے شک وشبہ یہ رواج جائز نہیں۔ قرآن وحدیث وفقہ۔ عقل وعرف سب کی رو سے صاف غلط صریح ناروا ہے۔ واجب الترک ہے۔ اس کی تجویز وترویج وتائید وتوثیق سے

احتراز ورجوع لازم ہے۔ ھذا ما بدا لی والعلم بالحق والصواب عند اللہ تعالیٰ والیه الرجوع والمآب۔ وصلی عز وجل علی سیدنا ومولانا محمد وآله واصحابه وبارک وسلم۔

والحمد للہ رب العالمین۔

راقم السطور

محمد صالح بریلوی قادری غفرلہ ولوالدیہ

خادم مدرسہ منظر اسلام۔ بریلی شریف

۱۱ - ۶ - ۱۴۱۰ھ

(۱۸) تصدیق: مولانا محمد توصیف رضا خانصاحب مدظلہ
(صدر کل ہند) آل انڈیا سنی جمعیت العوام
بریلی شریف

۷۸۶/۹۲ ۔ واضح ہو کہ کچھ شرارت پسند حضرات مجھ سے منسوب کر کے یہ افواہ پھیلا رہے ہیں کہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری دامت برکاتہم العالیہ جب مصر سے واپس تشریف لائے تھے تو موصوف نے گھوڑے کی قربانی کو جائز قرار فرمایا تھا۔ اولاً تو یہی غلط ہے کہ گھوڑے کی قربانی جائز ہے دوسرے یہ سراسر جھوٹ وبے بنیاد اختراع ہے کہ حضرت اختر رضا خانصاحب نے اسے جائز قرار دیدیا ہے۔ اور نہ ہی میں نے کبھی اس قسم کی بدگوئی کہیں بھی کبھی بھی کی ہے۔

حضرت موصوف ہمارے خاندان کے بزرگ، وبرتر شخصیت ہیں اور تمام ہی اہل خاندان آپ کا احترام کرتے اور آپ سے انسیت رکھتے ہیں اس قسم کی بہتان تراشی یا نازیبا الفاظ ان کی شان میں ہم میں سے

کوئی بھی فرد کہنے یا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

مزید یہ کہ موصوف کا فتوئی حق نبی سے متعلق جو ہے وہ صحیح ہے اور میں بھی اس سے اتفاق رکھتا ہوں۔

فقیر محمد توصیف رضا خاں
خادم مرکز اہلسنت بریلی شریف

⑲ تصدیق

حضرت علامہ مولانا ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مفتی اہلسنت حیدرآباد
و
شیخ الحدیث دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد

۷۸۶

فقیر نے حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں قادری زید مجدہم جانشین مفتئ اعظم ہند کا جواب بغور پڑھا، حضرت نے اپنے جواب با صواب میں جن دلائل قاہرہ کے ساتھ، دورانِ قرأتِ قرآن کریم، کسی بھی نعرہ لگانے کے عدم جواز پر جو روشنی ڈالی ہے، اس سے بہت سے اصحابِ علم وفہم کے علم میں اضافہ ہوا ہے اور ایک خصوصی مسئلہ پر عوام وخواص کو آگہی حاصل ہوئی ہے۔ فقیر قادری برکاتی غفرلہ الولی القوی نے اس نازک مسئلہ پر صاحب زادے صاحب —— اور حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے تحریری مکالمات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا جواب حق اور تحقیقی ہے، جبکہ صاحب زادے صاحب —— کی تحریر میں ثبوتِ دعویٰ، دلائل مرجوحہ

اور ضعیفہ کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ جیساکہ حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ نے اپنے جواب میں ان دلائل کی تضعیف بدلائل قاہرہ ثابت فرمائی ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے اپنے دعوئی کی تائید میں جو چار احادیث ذکر فرمائی ہیں، حضرت مفتی اختر رضا خاں صاحب نے ان کی تشریح اور ان کا حکم محدثین کے اقوال سے بیان فرمایا اور مزید دس احادیث سے اپنے قول کو واضح فرمایا اور نہایت نفیس پیرایہ میں کئی اقوالِ فقہاء سے یہ مسئلہ سمجھا دیا کہ دورانِ قرارت سکتات و وقفات میں بھی جب تک کہ قاری قرارت کو قطع نہ کر دے تکلم ناجائز ہے اس لئے کہ سکتہ اور وقفہ بھی قرارت کے حکم میں ہے اور یہ فرق حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا لکھتے ہیں! اَلقطعُ عبارۃ عن قطع القراءۃ رأساً۔ فھو کالانتھاء فالقاری بہ کالمُعرِض عن القراءۃ وانما انتقل إلی حالۃ أُخریٰ غیرھا، والوقفُ عبارۃ عن قطع الصوت عن الکلمۃ زمناً یتنفس فیہ عادۃ بنیّۃ استیناف القراءۃ بنیّۃ الاعراض

ترجمہ: "قطع سے قرارت کا، سرے سے ہی قطع کر دینا مراد ہے، اس لئے وہ ایسا ہے جیسے پڑھنا روک دیا۔ اس کا پڑھنے والا گویا قراءت سے منہ موڑ کر کسی دوسری حالت میں منتقل ہو جاتا ہے۔"

اور فرمایا:

"وقف سے یہ مراد ہے کہ اتنی دیر کے لئے کلمہ سے قطع صوت (آواز بند کر لی جائے جتنی دیر میں معمولاً سانس لیا جاتا ہے۔ اور اس سے مقصد قرارت کو جاری رکھنا ہے نہ کہ بالکل بند کر دینا"

(ترجمہ الاتقان حصہ اول ص ۲۲۷)

اور پھر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ بحث مطلقاً "حق نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم)

کہنے کے بارے میں ہرگز نہیں ہے بلکہ عند القراۃ "حق نبی" صلی اللہ علیہ وسلم کہنے سے ہے اولا اسکو یوں سمجھ لینا چاہئیے کہ بہت سے امور ایسے ہیں جو باعث ثواب ہیں مگر مخصوص حالات میں ناجائز و حرام، تو اگر کوئی شخص ان کو بیان کرے اور ایسے محل بتائے کہ جہاں وہ فعل ناجائز فرمایا گیا ہو تو اسے عدم جواز کا قائل نہ بتایا جائے گا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ حق بات بتائی، اور مسئلہ سمجھایا۔ مثلاً

۱۔ مسجد میں جانا ثواب ہے ——— مگر جنبی کیلئے مسجد میں جانا حرام ہے

۲۔ قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا عبادت اور ثواب ہے۔ ——— مگر نماز میں دیکھ کر پڑھنا نماز کو فاسد کردے گا۔

۳۔ قرآن کریم کو چھونا، ہاتھ میں لینا ثواب ہے۔ ——— مگر بے وضو یا جنبی کو ایسا کرنا حرام ہے۔

۴۔ قرآن کی تلاوت ثواب ہے ——— مگر جنبی کیلئے تلاوتِ قرآن، حرام اور گناہ ہے

۵۔ درود شریف پڑھنا باعث برکت اور ثواب ہے۔ ——— مگر جھوٹی قسم کو ثابت کرنے کیلئے درود شریف پڑھنا حرام ہے۔

۶۔ کھانا پینا طیب و حلال کا، جائز ہے ——— مگر نماز اور روزہ میں مطلقاً کھانا پینا حرام ہے،

۷۔ خاک شفا مدینہ طیبہ کا نا ثواب ہے ——— مگر عام مٹی کا کھانا، ناجائز ہے

۸۔ عورت کیلئے بھی حج کرنا ثواب ہے ——— مگر بغیر محرم کے جانا گناہ ہے۔

۹۔ نماز پوری پڑھنا لازمی و ضروری ہے ——— مگر مسافر قصداً چار فرض پڑھے تو گناہ گار و مستحق نار ہے

۱۰۔ منکوحہ کے ساتھ رہنا، ملنا حلال و ثواب ہے۔ ——— مگر طلاق کے بعد وہی عورت حرام ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ ——— وامثالہ کثیرۃ فی الشریعۃ۔ سمجھنے کیلئے یہ دس مثالیں کافی ہیں ورنہ امثال و شواہد کثیر ہیں، اسی طریقہ سے؛

۱۱۔ "حق نبی" کہنا جائز ہے بلکہ ہر مومن کے دل کی آواز ہے ——— مگر قرأت کے دوران وقفہ میں بھی "حق نبی" کہنا منع ہے کہ یہ وقفہ، بعض فقہاء کے نزدیک قراءت کے حکم میں ہے، اور قراءت کے وقت سکوت لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اسی موضوع پر صاحب زادے صاحب کا ایک رسالہ "حق نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی نظر سے گزرا، جس کے آخر میں فقیر کے والد گرامی، حضرت علامہ مفتیٔ اعظم سندھ و بلوچستان، مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی نوری نور اللہ مرقدہ کا ایک فتوٰی بھی، یہ تاثر دے کر شائع کیا گیا ہے کہ مفتیٔ اعظم نے، دعا میں اس موقعہ، تلاوتِ قرآن کے درمیان حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا جائز قرار دیا ہے

حالانکہ مرتبِ کتاب کے مُدّعا کو اس فتوٰی سے وہ مقصد حاصل نہیں ہو رہا، مرتب یہ امر بخوبی جانتے ہوں گے کہ مفتی فتوٰی دیتے وقت سائل کے سوال کو پیش نظر رکھتا ہے اور اتنا ہی جواب دیتا ہے جتنا ضروری ہوتا ہے اب دوبارہ اس سوال کو بغور پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ سائل نے کس چیز کا جواب مانگا ہے، سائل کے الفاظ قابل غور یہ ہیں؛ ......

یصلون علی النبی پر، پڑھنے والا وقف کرتا ہے تو مقتدی "حق نبی" کہتے ہیں (یہاں تک تمہید ہے۔ اب اصل سوال شروع ہوتا ہے) اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ نبی حق ہیں باقی دوسرے حق نہیں لہذا اس بارے میں حکم شرع سے مطلع فرمائیں"، خط کشیدہ الفاظ میں جو سوال بنا، حضرت مفتیٔ اعظم نے، اس کا جواب مرحمت فرما دیا کہ" ..... کتب عقائد میں ہزار جگہ مذکور ہے القرآن حق، والقیامۃ حق، والصراط حق، تو کیا حق صرف ان میں سے کسی ایک میں منحصر ہے باقی سب ناحق، یہ محض جہالت ہے۔ مولا عزوجل اپنی پناہ میں رکھے"۔

یعنی حضرت نے اس بات کی وضاحت فرمادی کہ بہت سی چیزیں حق ہیں، یہ سمجھنا جہالت ہے کہ صرف یہی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہیں باقی دوسرے ناحق ـــــ اس فتوٰی کے کسی بھی لفظ یا کلمہ یا قرینہ سے، مرتب کا مدعا کہ "حق نبی دوران قرأت جائز ہے" ثابت نہ ہوگا ـــــ یہ فتوٰی حضرت نے ۱۷، شعبان ۱۳۹۵ھج (۱۹۷۵ء) کو لکھا ہے ـــــ اور فقیر نے خود حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ سے، غالباً ۱۹۸۲ء میں اس مسئلہ پر استفسار کیا تھا کہ آیا اس موقعہ پر "حق نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنا چاہئے یا سکوت اختیار کرنا چاہئے؟ حضرت نے فقیر سے ارشاد فرمایا: (بلفظہٖ) "میاں ہونا تو یہ چاہئے کہ یہاں سکوت ہی کیا جائے کہ ابھی قرأت ہورہی ہے"۔ اس کے بعد (آیت پوری ہونے کے بعد) اگر چاہے تو "حق نبی" یا "لَبَّیْكَ" کہہ کر درود شریف پڑھے ـــــ فقیر برکاتی عرض کرتا ہے کہ واضح رہے کہ بلاد عرب میں سے بعض مقامات پر اس جگہ آیت پوری ہونے کے بعد "لَبَّیْكَ" یا "اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ" یا "صَلُّوْا عَلَی النَّبِیِّ" کہنے کا رواج ہے۔ جو قطع قراۃ کے بعد ہی ہوتا ہے۔

فقیر کو بھی، اکثر شہروں، اور مختلف مقامات میں، اکابر علماء و شیوخ کے ساتھ نماز میں اور دعا میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر کسی مستند عالم یا مُحدّث، یا شیخ الحدیث یا مفسر کو اس موقعہ پر "حق نبی" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نعرہ لگاتے نہ سنا۔ (ہاں ماحول کا اثر قبول کرتے ہوئے، جوش میں، سہواً، اگر کسی عالم کے منہ سے کبھی یہ الفاظ نکل گئے ہوں تو وہ قابل گرفت نہیں، جیسے کہ بعض اوقات بے اختیار، آیت "ماکان محمد ابا احد" کی تلاوت کے وقت بعض اہل علم بھی انگوٹھے چوم لیتے ہیں، حالانکہ یہاں بھی بالاتفاق منع ہے) جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان علماء کے نزدیک بھی یہ وقفہ قرأت میں شمار ہے اور سکوت لازم ـــــ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری قبلہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے کہ انہوں نے بروقت ایک نازک مسئلہ پر رہنمائی فرمائی، آمین۔ فقط

حررہٗ فقیر قادری برکاتی غفرلہٗ
۹-۱۱-۱۹۹۰ء

⑳ تصدیق: حضرت علامہ سید محمد علی صاحب رضوی دامت برکاتہم العالیہ شیخ التصوف دارالعلوم احسن البرکات۔ حیدرآباد

۸۶،۷۔ فقیر اپنی کم علمی کی وجہ سے مسئلہ ہذا پر کافی غور کرتا رہا اور اسی نتیجہ پر پہنچا کہ جب احناف کے مقتدا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود، احکام شرع کی روشنی میں، قرآن کریم کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نماز میں، خلف امام پڑھنے کو منع فرمادیا اور یہ اجماعی مسئلہ ہوگیا تو اس میں کلام کرنا ہی عبث ہے۔ پھر جن حضرات کو یہ علم نہ ہو کہ جب قرآن پڑھا جائے، تو مسلمان کو امر الٰہی کے تحت خاموش رہنا اور سننا فرض ہے، اگر وہ حضرات یہ خالص علمی مسئلہ جانتے کہ وقف قراءت اور قطع قراوت کی تعریف کیا ہے تو وہ ہرگز علامہ اختر رضا خاں دامت برکاتہم کی تقریر پر اعتراض نہ کرتے۔ یہ ایک نازک مسئلہ ہے، اور سامعین کے "حق نبی" کلمہ ادا کرنے کے جواز پر بحث میں یہ استدلال قائم کرنا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا بھی غلط ہوتا یہ بھی ان حضرات کا اپنا خیال ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ختم سورۃ فاتحہ کے بعد، یا اور دوسری سورتوں کے ختم کے بعد، اگر کچھ کہا، یا پڑھا جائے تو وہ سب قطع تلاوت کی صورتیں ہیں، وقف قرارت کی نہیں ـــ جبکہ وقف تلاوت کا حکم یہی ہے کہ اسمیں قاری کی خاموشی داخل قراءت ہے لہذا اس وقفہ میں کسی قسم کا کوئی کلمہ ادا کرنا حکم الٰہی کے خلاف ہے۔

حضرت قبلہ علامہ مفتی اختر رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ بفضلہ تعالیٰ خود عالم دین ہیں، ان سے ایسی بات صادر ہونا کہ جو حق نہ ہو بعید ہے۔ انکے گھرانے نے تو آداب رسالت اور آداب ولایت سکھائے ہیں، ان پر اعتراض کرنا اور انکی تحقیق کو نہ ماننا، کم علمی ہے، لہذا یہ فقیر قادری اس تحقیق کی مکمل تائید کرتا ہے۔

فقیر قادری سید محمد علی رضوی
۸، محرم الحرام ۱۴۱۱ھ / ۳۰، جولائی ۱۹۹۰ء

(۲۱) تصدیق: حضرت مولانا مفتی محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد۔ بحمدہٖ تعالیٰ فقیر نے آیت تصلیہ کی قراءت میں "علی النبی" پر حق نبی کے تلفظ کے جواز و عدم جواز پر فریقین کے دلائل کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ آج سے چند برس پہلے گوجرانوالہ کی بعض مجالس ذکر میں جب یہ سلسلہ شروع کیا گیا تو فقیر نے اس وقت یہی موقف اختیار کیا تھا جو موقف آج مفتیٔ اسلام حضرۃ العلام شاہ محمد اختر رضا صاحب زید مجدہٗ کا سامنے آیا ہے۔

لاریب حضرت مفتیٔ اسلام کا موقف درست اور احکام شرعیہ کے عین مطابق ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ علماء مسلک حقہ کے سامنے تصویر کا ایک رخ پیش کیا گیا اور وہ حضرات محض حسن ظن کی بنا پر تصویر کے دوسرے رخ کا مطالعہ کئے اور فقہی نظر فرمائے بغیر تائید اً کچھ نہ کچھ فرماتے گئے۔ وہ کون مسلمان ہے جس کا حق نبی اور حدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ پر ایمان نہیں مگر افسوس کہ بعض حضرات اصل حقیقت اور نفس مسئلہ سے غیر متعلقہ ابحاث میں الجھ کر رہ گئے اور بعض نے بزعم خویش اصل میدان بحث میں اسپ روانی کی تو مذکورہ صورت میں حق نبی کے تلفظ کو مسنون تک فرما گئے۔ اسی کو حق اور اس کے خلاف کو معاذ اللہ ضلال تک لکھ گئے مگر جب اس پر دلیل شرعی طلب کی گئی تو بھر ویسے ہی کترا گئے۔

خدارا تعصب کا کلیجہ چاک کردیں انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی رضا کی خاطر مفتیٔ

اسلام کے موقف کا مطالعہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ حق ادھر ہی پائیںگے۔ جناب مولانا صاحبزادہ زبیر احمد صاحب کو بھی مخلصانہ مشورہ عرض کیا جاتا ہے کہ محترم ضد نہ فرمائیں حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں۔ اہلسنت کا شیرازہ جس طرح بکھرا ہوا ہے کوئی مخفی امر نہیں۔ قریباً پوری جماعت انتشار و اختلاف سے دوچار ہے۔ ہر کس و ناکس بس خود ہی کو مرکز و محور تصور کر رہا ہے۔ جس سے ایسا نقصان ہو رہا ہے جس کی تلافی کوئی آسان امر نہیں۔

بلاشبہ جناب صاحبزادہ صاحب اور دیگر مجوّزین علماء کرام کی ایک مسئلہ کی تحقیق کے لئے سعی قابل داد ہے مگر ان کا قائم فرمودہ موقف اور اس کو ثابت کرنے کے لئے حدیث لیلۃ الجن سے استدلال بوجوہ درست اور لائق حجت نہیں۔

اوّلاً:۔ اس لئے کہ واذا قرئ القرآن الآیہ میں استماع وانصات کا حکم مطلق ہے اور تقاضاء مطلق سے ہے کہ وہ اپنے اطلاق پر جاری رہے مقید نہ ہو کیونکہ اطلاق اتنا قوی ہوتا ہے کہ خصوصی سبب یا خبر واحد و قیاس سے بھی مرتفع نہیں ہوتا۔ تحریر الاصول علامہ ابن ہمام اور اس کی شرح میں ہے۔ العمل بہ ان یجری فی کل ما صدق علیہ المطلق۔ مسلم الثبوت میں ہے۔ شاع وذاع احتجاجھم سلفا وخلفاً بالعمومات من غیر نکیر۔ اسی میں ہے العمل بالمطلق یقضی الاطلاق۔ اس آیت مبارکہ کا مبدء و سبب اگرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے چنانچہ معتبرات الاحناف میں ہے "شان نزول اگرچہ خاص ہو مگر معتبر عموم لفظ ہوتا ہے۔ اور فتح القدیر ص ۲۹۸ ج ۱ پر ہے۔ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔ معلوم ہوا کہ آیت مبارکہ کے اطلاق و عموم کے پیش نظر حدیث لیلۃ الجن مرجوح و ناقابل عمل ہے۔

ثانیاً:۔ حدیث لیلۃ الجن میں مذکور واقعہ سید الکونین صلی اللہ

علیہ وسلم کی مکی حیات مبارکہ سے متعلق ہے اور ترمذی شریف ص۱۶۴ ج۲ میں مذکورہ واقعہ کے مکی ہونے کی تائید پر ترمذی ص۱۶۱ ج۲ میں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قال: قلت لابن مسعود هل صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجن منکم احد قال ما صحبہ منا احد ولکن افتقدناہ ذات لیلۃ وهو بمکۃ الخ صریح الدلالۃ ہے۔ جبکہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم امام سیوطی علیہ الرحمہ کی تصریح کے مطابق آیت مذکور مدنی ہے چنانچہ آپ نقل فرماتے ہیں۔ واخرج الزهری قال: نزلت هذہ الآیۃ فی فتی من الانصار کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما قرء شیئاً قرأہ الخ آخر میں آپ فرماتے ہیں قلت ظاهر ذلک ان الآیۃ مدنیۃ۔ لباب النقول فی اسباب النزول ص۱۰۵ مذکورہ سبب نزول کے بارے میں روایت کو ملا واعظ کاشفی تفسیر حسنی ص۳۷۳ اور امام طبری علیہ الرحمہ بھی تفسیر ابن جریر ص۱۱ ج۹ پر نقل فرماتے ہیں۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ واقعہ لیلۃ الجن نزول آیت سے پہلے کا ہے لہذا اس کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔

ثالثاً:۔ اگر آیت تصلیہ کو دیگر تصریحات کی روشنی میں مکی بھی تسلیم کر لیا جائے تو ہمارا موقف متاثر نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ آیہ مبارکہ میں استماع وانصات کا مطلق حکم واقعہ مذکورہ کی قبلیت اور نزول آیت کی بعدیت پر صاف قرینہ ہے۔ اور پھر علامہ سیوطی و طبری کے نقل فرمودہ واقعہ انصاری سے بھی آیت کریمہ کے واقعہ لیلۃ الجن کے بعد نازل ہونے کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔

رابعاً:۔ اصول شریعت کے مطابق مبیح وحظر جب متعارض ہوں تو حظر مقدم ہے سے بھی قائلین جواز کی مذکورہ دلیل مرجوح ہو کر رہ جاتی ہے۔

خامساً:۔ جب نماز میں قراءت فرض ہونے کے باوجود مقتدی کیلئے دورانِ قراءت امام پڑھنا جائز نہیں اور صحابہ کو پڑھنے پر روک دیا گیا تو تلاوتِ مستحبہ کے استماع کے دوران کچھ پڑھنا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع قرار پائے گا۔

سادساً:۔ اصول شرع کے مطابق کتاب اللہ پر حدیث مشہورہ کے ساتھ زیادتی جائز ہے نہ کہ خبر واحد کے ساتھ اور خبر واحد بھی ایسی جو درجۂ غریب میں ہو۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف ص۱۶۴ ج۲۔ ہذا حدیث غریب الخ معلوم ہوا کہ مستدل بہ حدیث غریب ہے۔ اور کتاب اللہ کے اطلاق کی موجودگی میں اس پر عمل درست نہیں۔

سابعاً:۔ حدیث لیلۃ الجن وقفات تلاوت کے دوران بولنے پر اگرچہ صریح ہے مگر خلفاء اربعہ کے علاوہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابی کا موجود ہونے کے باوجود عمل ثابت نہ ہونا بھی اس کے مرجوح و منسوخ ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ثامناً:۔ حدیث مذکور میں جنات کا بولنا تکمیل آیت کے بعد ہے جبکہ آیت تصلیہ کے سنتے وقت "علی النبی" پر حق نبی کہنے کے جواز کے قائل آیت کے درمیان بولتے اور جواز کا قول کرنے کے لئے اس حدیث میں مذکور واقعہ پر قیاس کرتے ہیں جو کہ قیاس قیاس مع الفارق اور غیر مفید ہے۔

تاسعاً:۔ اس حدیث میں مذکور واقعہ ایک بار وقوع کیساتھ متعلق ہے جو کہ احتمال خصوص سے خالی نہیں۔ لہذا امر مذکور کا بار بار وقوع پذیر نہ ہونا اور اکابر صحابہ کرام کا اس پر عمل پیرا نہ ہونا بھی احتمال خصوص کی دلیل ہے اور مسلّم امر یہ کہ خصوصیات لائق عمل نہیں اور نہ ہی ان پر

احکام کو مرتب کیا جاسکتا ہے کما مصرح فی الکتب ۔

عاشراً :۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ حدیث لیلۃ الجن منسوخ یا مرجوح نہیں تو بھی مدعی جواز کا اپنے دعویٰ پر اس حدیث کو پیش کرنا درست نہیں ۔ اس لئے کہ آیت تصلیہ سورہ احزاب کی ایک آیت ہے اور کتب تفاسیر کے مطابق سورہ احزاب کی کل تہتر آیات ہیں آیت تصلیہ کے استماع کے دوران حق نبی کے تلفظ کو حدیث لیلۃ الجن پر قیاس کرنے کے لئے آیات کریمہ کو دو آیات تسلیم کرنا پڑے گا تاکہ مقیس اور مقیس علیہ میں مطابقت ہو سکے کیونکہ مقیس علیہ حدیث میں جنات کے جواب کا ذکر تکمیل آیت کے بعد ہے اور پھر ظاہر کہ "علی النبی" پر آیت پوری نہیں ہوتی بلکہ "تسلیما" پر مکمل ہوتی ہے ۔ لہذا ثابت ہوا کہ حدیث مذکور پر نہ ہی قیاس درست ہے اور نہ ہی "علی النبی" پر سامع کے لئے تلفظ حق نبی جائز ۔ کیونکہ اس طرح قرآن مجید کے استماع وانصات کے حکم پر عمل نہیں ہو سکے گا ۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

تلک عشرۃ کاملۃ وللہ الحجۃ البالغۃ ۔

نوٹ :۔ قائلین جواز کے تمام دلائل دعویٰ کے مطابق نہیں ۔

اس پر مفتی اسلام کی گفتگو شافی ووافی ہے ۔ اب مزید کچھ عرض کرنا تحصیل حاصل کے مترادف ہوگا ۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ جلیلہ سے حق کہنے حق پر عمل کرنے اور علماء کرام کو اتحاد واتفاق کی فضا پیدا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے ۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

٦ ١٠/١٤١٠ ھ

محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری

خلیفہ شہزادۂ اعلیحضرت حضور مفتی اعظم شاہ محمد مصطفیٰ علیہ الرحمۃ

جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم

١٩- اسلام آباد ۔ گوجرانوالہ

(٢٢) تصدیق: حضرت علامہ ابوالفضل مفتی عبدالرحیم سکندری زیدمجدہ

خطیب غوثیہ مسجد و مہتمم مدرسہ صبغۃ الہدیٰ شاہ پور چاکر ضلع سانگھڑ

مورخہ ١٨ شوال ١٤١٠ھ

٧٨٦ ۔ درود شریف کی آیت مبارکہ میں علی النبی پر دوران وقف حق نبی کہنے کے بارے میں حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں الازہری کی تحقیق اور دلائل لائق تائید اور وزنی ہیں ۔

فقیر راقم الحروف کو علامہ صاحب کے فتویٰ سے مکمل اتفاق ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبدالراجی عفو ربہ الکریم

فقیر عبدالرحیم سکندری غفرلہٗ الکریم

(٢٣) تصدیق: حضرت علامہ ابوالرضا محمد عبدالوہاب خان صاحب القادری رضوی

خلیفہ مفتی اعظم ہند ۔ لاڑکانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

فقیر نے مسئلہ بین القرأت "حق نبی" پر حضرت علامہ مفتی زماں الحاج مولٰنا محمد اختر رضا خاں صاحب طال اللہ عمرہ وجل قدرہ کا مدلل فتویٰ دلائل ساطعہ سے

مملو اور اس پر مبارکپور سے تقریظ منیر کی سماعت کا شرف حاصل کیا سبحان اللہ نور علی نور ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ مومن سر تسلیم خم کرے اور عشق و محبت کا علم، فرمانبرداری کا پیکر بنے، اعلحضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

پیش نظر وہ نوبہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

عشاق شوق سجدہ میں سوئے حرم جھکے
اللہ جانتا ہے نیت یہ کدھر کی ہے

والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم

فقیر حقیر ابو الرضا محمد عبد الوہاب القادری الرضوی غفرلہ

۱۳ر شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ

(۲۴) تصدیق: حضرت علامہ مفتی محمد عبد الحفیظ قادری برکاتی
استاذ الحدیث دار العلوم احسن البرکات
حیدر آباد

۷۸۶۔ الجواب ھو الموفق للصواب

آیۂ کریمہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ کہ جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اسے اچھی طرح توجہ کے ساتھ سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ فاضل جلیل حضرت علامہ اختر رضا خاں کی تحقیق انیق اس بارے میں

نہایت جامع ہے اور مشتمل بر اقوال حقہ ہے اور حق کو قبول کرنا ہی دانشمندی ہے۔ لہذا حضرت کی تحقیق سے فقیر کو پورا اتفاق ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

مفتی عبد الحفیظ قادری برکاتی

دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد

۱۸ر ذو القعدہ ۱۴۱۰ھ

۱۲ر جون ۱۹۹۰ء

(۲۵) تصدیق:۔ فاضل جلیل حضرت مفتی عبد القیوم خانصاحب
شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ المجیب مصیب

حضرت مولانا اختر رضا خاں قبلہ کی وضاحت سے میں متفق ہوں۔ لیکن ایسے مسائل پر علماء کرام کو شدت سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ اور خواہ مخواہ عوام کے ذہنوں میں انتشار اور دین سے بیزاری کا سامان نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹی انا اور تکبر سے محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین، علیہ وعلی آلہ اکمل الصلاۃ والتسلیم۔

عبد القیوم خاں غفرلہ خادم الحدیث والافتاء

دار العلوم حزب الاحناف لاہور

مہر

(۲۶) تصدیق:۔ فاضل جلیل مفتی محمد عبد القیوم صاحب ہزاروی
لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت درود شریف میں علی النبی پر وقف کے دوران حق نبی

کہنے کے متعلق میں نے حضرت علامہ مولانا مولوی اختر رضا خاں الازہری البریلوی کا مقالہ پڑھا، ماشاءاللہ اس مسئلہ پر انہوں نے اپنے موقف میں کثیر دلائل اور جزئیات پیش فرمائے۔

آپ کا موقف حق ہے جو از حق مستور ہوتا ہے اس لئے اسکو واضح کرنے کے لئے سہل عام فہم اور سلیس عبارت ہونی چاہئے میری نظر میں سکوت اور وقف کے فرق کو قائم رکھا جائے تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی لاہور
شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور

(۲۷) تصدیق: حضرت مولانا مفتی محمد نور عالم صاحب
مفتیٔ جامعہ قادریہ رضویہ۔ فیصل آباد

الظاہر ما قال صاحبزادہ (ای محمد زبیر) الحیدرآبادی وتحقیق الحق ما حققہ الازہری البریلوی ای حضرت صاحبزادہ محمد اختر رضا خان والمناسب لاہل النظر والفکر ان یتفکر وافیہ ویرجعوا عن الظاہر الی التحقیق لان الحق احق ان یتبع۔

الفقیر محمد نور عالم غفرلہٗ
خادم درجہ تدریس جامعہ قادریہ رضویہ ٹرسٹ
مصطفےٰ آباد۔ فیصل آباد

(۲۸) تصدیق: حضرت مولانا محمد افضل صاحب۔ فیصل آباد

ذالک ھو الحق حریٌ بالقبول۔ محمد افضل غفرلہٗ
خطیب جامع مسجد کریسنٹ
شوگر ملز فیصل آباد

(۲۹) تصدیق: حضرت مولانا محمد ریاض احمد سعیدی۔ فیصل آباد

الجواب صحیح ۔ محمد ریاض احمد سعیدی
خطیب اسلام نگر۔ فیصل آباد

(۳۰) تصدیق: حضرت مولانا سید محمد ظفر اللہ شاہ صاحب۔ فیصل آباد

الجواب صحیح ۔ سید محمد ظفر اللہ شاہ
خطیب جامع مسجد ہیرانی غلہ منڈی
فیصل آباد

(۳۱) تصدیق: حضرت علامہ محمد حسن علی قادری رضوی بریلوی
خطیب جامع مسجد فریدیہ بلدیہ میلسی

حضرت فیض درجت، بالا مرتبت، مفتی شریعت، محقق وقت شہزادۂ شہزادگان اعلیحضرت مولانا علامہ الحاج مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان صاحب الازہری الرضوی القادری دامت برکاتہم کا جواب سرسری نظر سے دیکھا ہجوم مشاغل، وکثرت کار کے باعث مفصل نہ دیکھ سکا چیدہ چیدہ چند مقامات دیکھے حضرت ممدوح پر غیر متزلزل اعتماد کے باعث فقیر بے توقیر سگ آستانہ عالیہ قدسیہ رضویہ اس جواب سے مطمئن ہے مفصل جواب بعد ملاحظہ کامل ارسال کروں گا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام ومشائخ سلسلہ کی برکت سے ممدوح کے علم وفضل اور فیوض وبرکات میں وسعت وترقیاں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

الفقیر محمد حسن علی الرضوی القادری غفرلہ
خادم مسجد فریدیہ اہلسنت میلسی ملتان ڈویژن

(۳۲) تصدیق: مولانا مفتی محمد وارث قادری، جامعہ قادریہ قاسمیہ توتک خضدار (بلوچستان)

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔

محمد وارث قادری غفرلہ

(۳۳) تصدیق: حضرت علامہ سعید احمد قادری مہتمم دار العلوم غوثیہ رضویہ سعیدیہ بکرا منڈی حیدر آباد

۷۸۶/۹۲ ۔ الجواب صحیح۔

محمد سعید احمد قادری

۸ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

(۳۴) تصدیق: مخدوم الملت حضرت علامہ مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

دار العلوم امینیہ رضویہ محمد پورہ۔ فیصل آباد

۷۸۶۔ الجواب صحیح والمجیب نجیح   فقیر ابوسعید محمد امین غفرلہ ولوالدیہ

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ

(۳۵) تصدیق: حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مصطفیٰ رضوی

شیخ الحدیث و مفتی مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

۷۸۶۔ الجواب صحیح   مفتی غلام مصطفیٰ رضوی

مہر   ایم۔ اے اسلامیات، عربی فقہ و قانون

(۳۶) تصدیق: حضرت علامہ ابو الضیا محمد عبد الرشید رضوی فاضل بریلی شریف مہتمم و صدر مدرس دار العلوم شیخ الاسلام رضویہ سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ

برادرم صاحبزادہ سید ضیاء الحسن جیلانی ابن مفتی سید ریاض الحسن جیلانی علیہ الرحمۃ کے استفتاء کے جواب میں آٹھ صفحات پر پھیلے ہوئے اپنے ایک مفصل فتوی میں فرماتے ہیں۔

"احناف کی دلیل استماع و انصات کے واجب ہونے کی آیت کریمہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ہے قراءت اور حالت خطبہ میں حق نبی کا کہنا یا درود شریف کا پڑھنا یا سلام کا جواب دینا یا چھینک والے کی تشمیت کرنا استماع و انصات کے منافی ہے غیر فرض غیر واجب کی خاطر ترک فرض و واجب مکروہ ہے"۔

پھر آگے چل کر تعارف و تعامل کا جواب دیتے ہوئے رد المحتار کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"اور فرمایا عرف حادث جب کہ نص کے مخالف ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں تعارف حلت کی دلیل کی صلاحیت اس وقت رکھے گا جب عہد صحابہ کرام اور زمانہ مجتہدین میں اس چیز کا جواز عام ہو کا فقہائے کرام نے اس مسئلہ کو صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا"۔

قاری جو وقفہ سانس لینے کے لئے کرتا ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"بدائع کی عبارت تحریر ہو چکی ہے (المستعد للشئی کالشارع فیہ)
لہذا وقفۂ سانس کا حکم تلاوت کا حکم رکھتا ہے اور یہ وقفہ قاطع قرأت نہیں اور نہ ہی تجدید استعاذہ کی ضرورت ہے۔" (لہذا اس وقفہ میں بھی خاموش رہنا ضروری ہوگا۔ نوری)

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"تلاوت کا حکم دلیل قطعی قرآن مجید سے ثابت ہے۔
خطبہ کا حکم دلیل ظنی خبر مستفیضہ سے وعظ کا حکم قیاس سے جس کی تصریح کتب متداولہ فقہیہ میں نظر سے نہیں گزری لہذا تلاوت کا حکم آکد خطبہ کا مؤکد اور مجلس وعظ کا حکم ماینبغی اور مناسب کا ہوگا۔"

فقط اللہ ورسولہ اعلم بالصواب

محمد عبد الرشید غفرلہ

مہر دار الافتاء ۴ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

۳۱ مارچ ۱۹۹۰ء

نوٹ:۔ حضرت علامہ نے پہلے فریق مخالف کی تصدیق فرمائی تھی مگر جب بعد میں تحقیق فرمائی تو حقیقت تک پہنچ گئے فللہ الحمد آپ کے مفصل فتوی کی کاپی دار العلوم احسن البرکات اور اکیڈمی کے دفتر میں موجود ہے۔ جو بھی چاہے مطالعہ کر سکتا ہے۔

(۳۷) تصدیق:۔ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی غلام سرور قادری دار العلوم غوثیہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور۔

الجواب ہو الصواب ۔ حضرت علامہ فہامہ قبلہ مفتی اختر رضا خاں

دامت برکاتہم کے دلائل وزنی ہیں۔ اس کے برعکس محترم مولانا زبیر صاحب کی رائے وزنی نہیں ہے حضرت علامہ اختر رضا خاں زید کرمہ اعلیحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ و حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے انوار علم وتحقیق سے منور ہیں آپ کی تحقیق لائق تائید ہے۔ راقم کو علامہ محمد اختر رضا خاں رضا خاں کی تحقیق سے پورا پورا اتفاق ہے ——
اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط

مخلص

الشاہ مفتی غلام سرور قادری

دار العلوم غوثیہ مین مارکیٹ گلبرگ
و
دار العلوم جامعہ رضویہ سینٹرل کمرشل مارکیٹ
ماڈل ٹاؤن لاہور

مہر
۱۱-۱۲-۸۹

(۳۷) تصدیق:۔ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی غلام سرور قادری (ایم۔اے اسلامک ۔ ایم۔اے عربک) لاہور

الجواب صحیح والمجیب الکریم نجیح ۔ فقط
غلام سرور قادری
۱۲-۱۲-۸۹

(۳۸) تصدیق:۔ مولانا مفتی مختار احمد صاحب فیصل آباد

ذالک کذالک انا مصدق لذلک واللہ خبیر

محمد مختار احمد غفرلہ

خادم دار الافتاء جامعہ قادریہ رضویہ
فیصل آباد

(٣٩) اظہار رائے:- از حضرت علامہ ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی

شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس اسلام سیال شریف

محترم ومکرم جناب علامہ نوری صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج شریف؟

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور اہم غیر اہم کی تمیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے مولانا محمد زبیر صاحب کے متعلق بھی مجھے معلوم نہ تھا کہ ان کی سعی جمیل کے پس پشت کونسا محرک ہے ورنہ میں حصہ ہی نہ لیتا۔ کیونکہ ایسے معاملات میں حصہ لینا میں قطعاً موزوں نہیں سمجھتا۔

اظہار رائے:- بہتر یہ ہے کہ اسوقت سکوت کیا جائے۔

(٤٠) از مولانا عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ۔ لاہور

حضرت کی مکمل تحریر پڑھنے کے بعد یہی عرض کر سکتا ہوں کہ تاحال میری رائے وہی ہے کہ قاری کے وقفۂ خاموشی میں حق نبی کہنا جائز ہے، بلکہ یہ کلمات کہنا اس کے متوجہ ہونے کی دلیل ہے۔ تاہم بہتر اور افضل یہ ہے کہ مکمل سکوت اور خاموشی کے ساتھ قرآن پاک سنا جائے۔

والسلام۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری

(٤١) اظہار رائے از:- مولانا ابو داؤد محمد صادق

خطیب زینت المساجد امیر جماعت رضائے مصطفےٰ

دارالسلام گوجرانوالہ

تاریخ:- ٨-٦-١٤١٠ھ

مخلصم حافظ محمد جمیل صاحب ومولانا عبدالرشید صاحب!

السلام علیکم

آپ کا مکتوب موصول ہوا جس کے متعلق جواب ارسال ہے۔ مسئلہ حق نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں طرفین کے دلائل نظر سے گزرے۔ اگرچہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا صاحب مدظلہ کا موقف زیادہ علمی اور احتیاط پر مبنی ہے۔ مگر دوسری طرف بھی گنجائش اور عقیدت کا اظہار ہے۔ اور علماء اہلسنت کی ایک جماعت بالخصوص مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی اور مولانا مفتی محمد خلیل صاحب[1] برکاتی نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں شدت کی ضرورت نہیں۔ بالخصوص حضرت علامہ موصوف کی محترم وعلمی شخصیت کے خلاف پراپیگنڈا بہت ہی افسوسناک و قابلِ مذمت ہے۔ اور اس سے احتراز بہت ضروری ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم

ابو داؤد محمد صادق غفرلہٗ

---

[1] حضرت مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف سمجھنے میں مولانا ابو داؤد صاحب کو سہو ہوا۔ کما صرح ابنہ الحضرۃ مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ۔ (مرتب)

(٤٢) اظہار رائے: حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی

شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ بہاولپور

آپ نے ایک طویل خط میں اظہار رائے کرتے ہوئے فرمایا۔

”مجھے اگر یہ معلوم ہوتا کہ مقابلہ ہو رہا ہے تو میں (تصدیق) نہ لکھتا“

دستخط: ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

(۴۳) اظہار رائے۔ مولانا مفتی غلام محمد قادری قاسمی، کوئٹہ

ہمیں قطعاً یہ علم نہ تھا کہ اس فتوٰی کے پیچھے کونسا جذبہ ہے ورنہ ہرگز تصدیق نہ کرتے۔ حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب کی تحقیق لاجواب ہے۔ (بالمشافہ گفتگو درمیان عبدالرشید نوری و مفتی غلام محمد قاسمی)

جن علماء کو حضرت علامہ اختر رضا خاں قبلہ کا مفصل فتوٰی بھیجا گیا مگر انہوں نے سکوت فرمایا

۱۔ حضرت پیر کرم شاہ صاحب سرگودھا

۲۔ مفتی غلام رسول صاحب جامعہ رضویہ فیصل آباد

۳۔ مفتی محمد عرفان صاحب بھکھی

۴۔ مفتی عبداللطیف صاحب ٹھٹھہ

۵۔ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی۔ لاہور

۶۔ مفتی محمد حسین صاحب قادری۔ سکھر

۷۔ مفتی فضل سبحان صاحب مردان

۸۔ علامہ منظور احمد شاہ صاحب۔ ساہیوال

جن علماء کو اس مسئلہ پر استفتاء بھیجا گیا مگر انہوں نے جواب سے گریز فرمایا

۱۔ مفتی سید شجاعت علی قادری کراچی

۲۔ مولانا غلام محمد سیالوی۔ کراچی

۳۔ مولانا محمد رفیق حسنی۔ کراچی

۴۔ مولانا غلام نبی صاحب۔ کراچی

۵۔ مفتی محمد اسلم رضوی۔ فیصل آباد

۶۔ مفتی مختار احمد صاحب جامعہ مہریہ بہاولپور

۷۔ مفتی احمد میاں سدیدی۔ ملتان

۸۔ مولانا غلام محمد تونسوی۔ ملتان

۹۔ مولانا محمد صالح نعیمی۔ لاڑکانہ

۱۰۔ مولانا محمد محب اللہ نوری۔ اوکاڑہ

۱۱۔ مولانا صاحبزادہ محمد زبیر انکے دارالافتاء سے جواب ملا کہ ”ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ان سوالات کے جوابات نہ دیئے جائیں گے“

(۴۴) قدیم فتوٰی از امام اہلسنت اعلیحضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ عنہ

(جو اس کتاب پر مہر کی حیثیت رکھتا ہے)

اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ امام کے وقفات سانس میں ثنا کا ایک ایک بول پڑھنے کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”سبحانک اللھم اسی وقت تک پڑھ سکتے ہیں کہ امام قراءت بآواز نہ شروع کرے جب قراءت جہری شروع کردی اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف و غیر مختار“

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

”اور جو مثلاً پہلی رکعت جہریہ میں ملا اور قراءت شروع ہو جانے کے باعث سبحنک نہ پڑھ سکا اس پر الزام نہیں کہ اس نے یہ ترک ادائے فرض خاموشی کیلئے بحکم شرع کیا“ (فتاوی رضویہ ص ۸۳ ج ۳)

کلام اعلیحضرت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دوران قراءت قاری کے سانس کے وقفوں میں بھی سامع کو خاموش رہنا فرض ہے اور ان وقفات کا کوئی اعتبار نہیں۔

خارج از نماز تلاوت قرآن کے وقت فرض کفایہ ہے یا فرض عین اسکا جواب دیتے ہوئے ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ”اور اگر وہ سب اسی غرض واحد کیلئے ایک مجلس میں مجتمع ہیں تو سب پر سننے کا لزوم چاہیے جسطرح نماز میں جماعت مقتدیان، کہ ہر شخص پر استماع و انصات جداگانہ فرض ہے یا جسطرح جلسہ خطبہ کہ اسمیں ایک شخص مذکر اور باقیوں کو بھی حیثیت واحدہ، (مجلس وعظ) تذکیر جامع ہے تو بالاتفاق ان سب پر سننا فرض ہے نہ یہ کہ استماع بعض کافی ہو جب تذکیر میں کلام البشر کا سننا سب حاضرین پر فرض عین ہوا تو کلام الٰہی کا استماع بدرجہ اولیٰ“

(فتاوی رضویہ ص ۱۹۳ ج ۱۰) اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کے اس پورے کلام سے یہ ثابت ہے کہ استماع و انصات کا جو حکم نماز میں مقتدی کو اور بوقت خطبہ سامع کو ہے وہی حکم تلاوت قرآن کے وقت ہے اور جب بالاتفاق امام و خطیب کے سانس کے وقفوں میں بھی استماع و انصات فرض ہے تو اسیطرح قاری کے سانس کے وقفوں میں بھی استماع و انصات فرض ہوگا۔

72

قطعہ

تلاوت کلامِ الٰہی کی جب ہو
کسی کی سنو تم نہ اپنی کہو
تقاضائے آدابِ الفت یہی ہے
ہے واجب یہ تم پر سنو چپ رہو

از:۔ حافظ محمد حمّاد رضا خاں

قطعہ

پڑھا جائے جسوقت قرآنِ حسّاں
یہ لازم ہے تم پر سنو چپ رہو
جب حکمِ خدا اَنصِتُوا ہے تو بیشک
جو حکمِ خدا ہے وہی تم کرو

از:۔ محمد حسّان رضا خاں